

صفحہ نمبر
صفحہ (سرکاری) نمبر
30/5

حضرت بی بی پاکدامن

(لاہور)

کون ہیں وہ کہاں سے آئیں؟

ایک تاریخی دستاویز

پیشکش

حفیظ اللہ خاں منظر

دارہ ضیاء ادب بی بی پاکدامن لاہور

DATA ENTERED

۱۹۷۹۹۲۷
۲۶۱۵۵۱

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

حضرت بی بی پاکدامن کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟	نام کتاب
حفیظ اللہ خاں منظم	مؤلف
ادارہ ضیائے ادب بی بی پاکدامن لاہور	ناشر
لاہور آرٹ پریس ۱۵ انارکلی، لاہور	مطبع
اول	ایڈیشن
۲ ہزار	تعداد
حافظ نصیر الدین ظفر تلمیذ جناب عبدالرشید قمر صاحب	کتابت
۱۲ روپے	قیمت

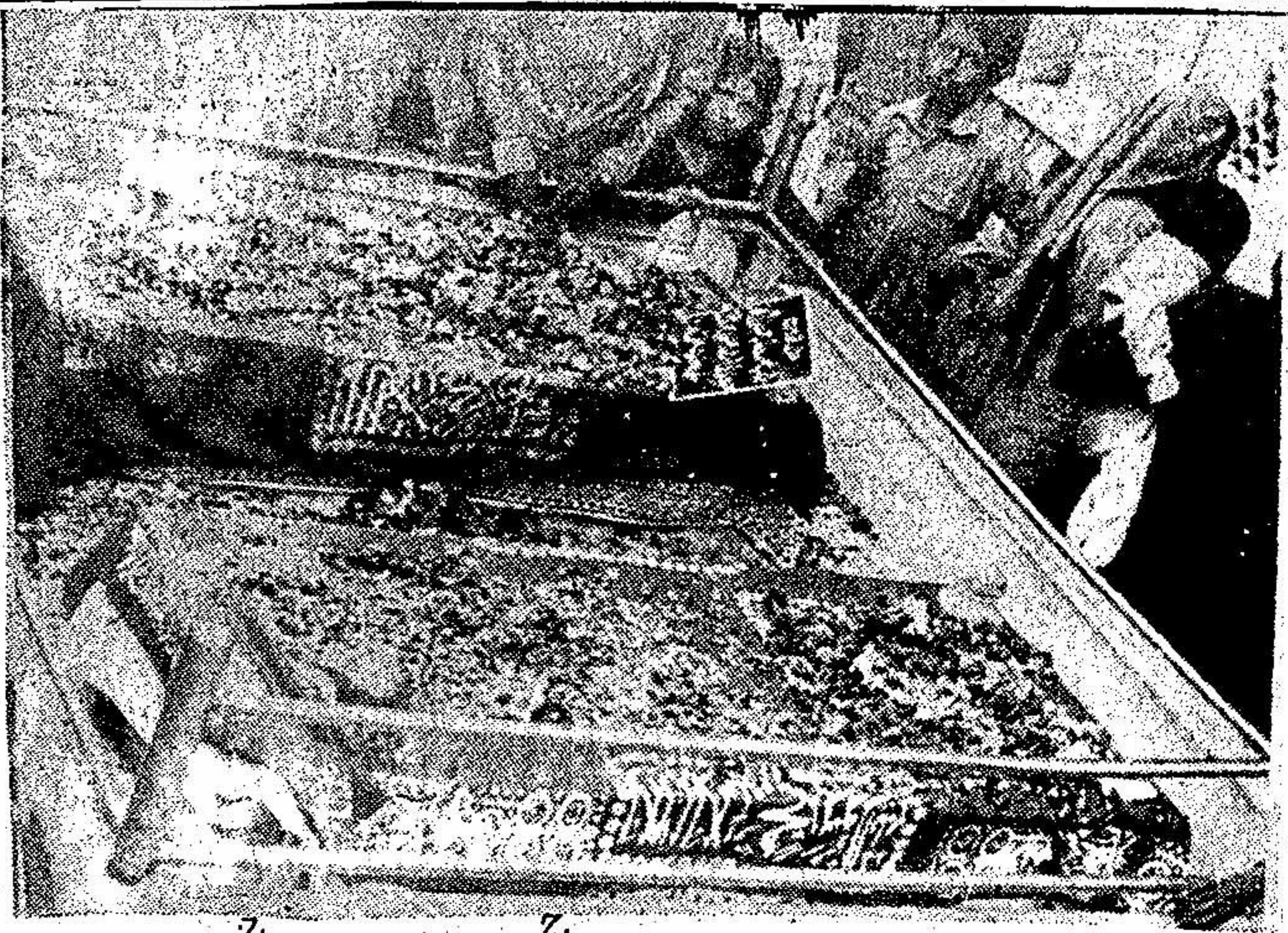
ملنے کے پتے

① بدرجنرل سٹور بی بی پاکدامن لاہور

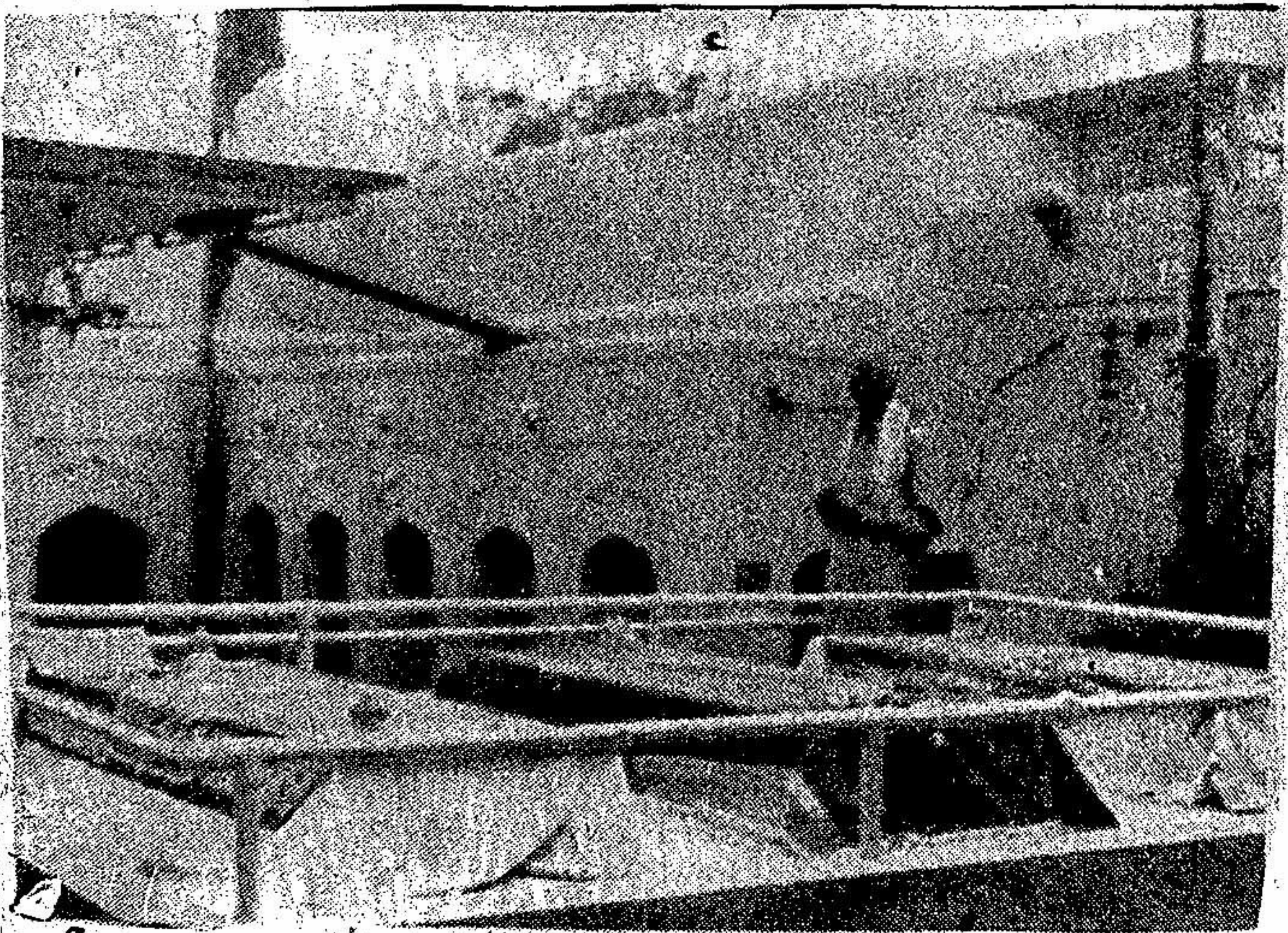
② ادارہ ضیائے ادب ۶/۳ بی بی پاکدامن لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۷	شہد سیدہ رقیہ صغریٰ مہر ہیں	۷	پیش لفظ
۶۰	۳۷۲ء کا لاہور؟	۹	تحقیقاتِ پشتی
۶۳	آخر یہ ہیں کون؟	۱۲	قارئینِ کرام سے
۶۷	ضمیمہ خاندانِ نامیہ	۱۳	برادرانِ مسلم کا قصاص پر اصرار
۷۷	حضرت سید احمد تونسٹہ ترمذی سے لاہور میں	۱۴	حضرت امام حسینؑ کا ہمراہیوں کے خطاب
۸۰	سیدہ حاج کے پوتے کی اولاد...	۱۵	ہمراہیوں کی ثابت قدمی
	اولاد حضرت سید احمد تونسٹہ	۱۷	شمر کے بھانجوں کے لئے امان
۸۰	ترمذی کا فرض	۲۷	قافلہ اہلبیت کی شام کو روانگی
	درگاہِ حضرت بی بی پاکدامن	۲۸	یزید کی زبردِ پشیمانی
۸۲	کے چند حقائق.....	۲۹	اہل بیت کی مدینہ روانگی
۹۰	حقیقی جائزہ	۳۰	ام لقمان بنت عقیل کا نوحہ
		۳۱	کربلا میں سیدہ رقیہ کبریٰ
		۳۲	ازواجِ داؤد حضرت علیؑ
		۴۱	سیدہ رقیہ کبریٰ کی والدہ
		۵۱	فہرست ازواجِ داؤد حضرت علیؑ (نقشہ)
		۵۲	شہادت حضرت رقیہ کبریٰ
		۵۳	روضہ سیدہ رقیہ کبریٰ (دشمن میں)



مزارات: بی بی تاج، بی بی نور
(بی بیائی پاکدامنائی لاہور)



مزارات: بی بی حور، بی بی گوہر - بی بی شہباز
(بی بیائی پاکدامنائی لاہور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

تعریف اللہ کی جس پر بھروسہ اور جس سے مدد کی اُمید ہے۔

تاریخ نگاری ایک زبردست اہمیت کی حامل ہے اور اس فن کو اقوام عالم میں خاص مقام حاصل ہے اصطلاح میں اس کے معنی وقت بتا کر احوال کو متعین کرنا ہے اس کے حصول کے لئے اپنے دماغ اور جسم کو پوری طرح حاضر رکھنا پڑتا ہے، روز روز اس کے لئے سواریاں اور کجاوے کسے جاتے ہیں۔ اپنی تخلیق کو کامیاب بنانے کے لئے عالم و جاہل دونوں ہی پیش قدمی کرتے ہیں اور در بدر کی خاک چھان کر ہی منزل مراد تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ (علامہ ابن خلدون)

تحقیق و جستجو کے بعد جب یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے حاصل کردہ لٹریچر میں کچھ مواد غیر معتبر اور غیر مستند بھی شامل ہو چکا ہے تو یہاں آکر ہر مولف و مرتب اپنی اپنی فراست اور ظرف کا ثبوت دیتا ہے۔ عام لوگ جھوٹے سچے، معتبر و غیر معتبر واقعات، خود ساختہ افسانے اوہام و خیالات اور کمزور مغولے اور خود تراشیدہ روایات کے خوبصورت حاشے جھا کر طالبان علم کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد آنے والے اسی شاہراہ پر بے محابہ چلے جاتے ہیں، یہاں لکیر کے فقیر بن کر وہی واقعات بلا کم و کاست لوگوں تک پہنچاتے ہیں، انہیں انہوں نے واقعات کے اسباب پر غور و فکر کیا نہ ہی انہوں نے بے بنیاد اور من گھڑت باتیں چھوڑیں اور نہ ان کا معقول جواب پیش کیا اور اس طرح وہ اپنی کتاب کے مصنف بن کر دائرہ مصنفین میں زبردستی شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسے مصنفین کا کاسہ صداقت اک نہ اک دن چھوٹ ہی جاتا ہے اور خود ان کی اپنی بھی شخصیت غیر معتبر ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری نے کیا خوب فرمایا جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے

مقابلہ میں تاریخ کو لا کر کھڑا کر دیا۔

مگر ان صادق القول مرتبین اور مصنفین کا تو کیا ہی کہنا جن کی تالیفات حقیقت، سچائی، اور اسلامی صداقت میں نہائی دھوئی ہوتی ہیں لوگوں کے سامنے بن سنور کر اُجلی قباہ میں ملبوس آتی ہیں ان کی صداقت کی چمک دمک اور آفتاب تاریخ کے اوراق میں ایک نہری باب کا اضافہ کر دیتی غرض انہیں تصورات سے متاثر ہو کر احقر پر تحقیق بی بیان پاکدامنوں کون ہیں اور کہاں سے آئیں؟ مرتب کی ہے اور نذر قارئین کی جا رہی ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ مزار اقدس بی بی پاکدامن کو حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی جناب رقیۃ کبریٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل اور جناب عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادیوں سے منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے کہ یہ محذرات نویں محرم ۱۱۰ھ کو حکم حضرت امام حسینؑ میدان کربلا سے ہجرت کر کے لاہور میں آگئیں اور ہندو عہد میں زمین میں سما گئیں۔ آج سے سو برس پہلے کی تصنیف "تحقیقات ہشتی" مصنفہ مولوی نور احمد ہشتی اس خیال کی ترجمان ہے اس کے بعد آنے والے مؤلفین نے اس بات کی خوب تشہیر کی اور سنا ہی تھا اسے نا قابل یقین بے بنیاد اور غلط بھی قرار دیا اور یہ بھی لکھا کہ یہ مزارات سید احمد تونختہ کی صاحبزادیوں کے ہیں جن کا مدفن چلہ بی بیان اندرون اکبری منڈی میں ہے۔

مگر افسوس صد افسوس انہوں نے سوائے اپنی کتاب پیش کرنے کے اس سلسلے میں تحقیق و جستجو کا کچھ کام نہیں کیا، اگر وہ عامۃ المسلمین کو تاریخ عرب و عجم سے روشناس کر دیتے تو یقیناً ایک بہت بڑی تاریخی غلطی کا ازالہ ہو جاتا۔

محمد رضا حقیر کی یہ تالیف اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ میں نے حقیقت کو پانے کی کوشش میں جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ وہ پورے خلوص اور دیانتداری سے کتب تواریخ و سوانح کے اقتباسات نذر قارئین کر رہا ہوں : ملاحظہ فرمائیے۔

احقر العباد، حفیظ اللہ خاں منظر،

فروری ۱۹۸۳ء

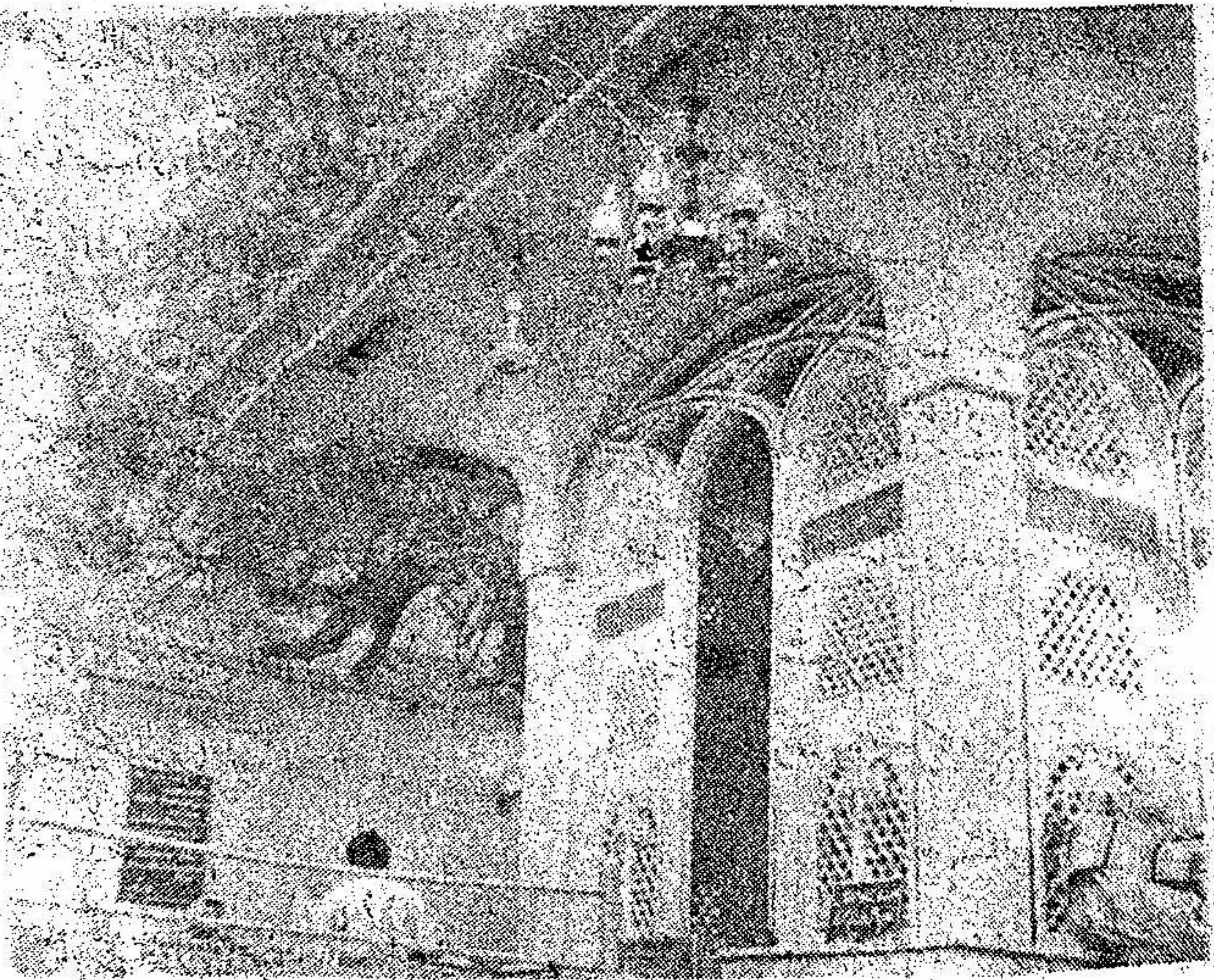
ماخذ

478

مولوی نور احمد چشتی (المتوفی ۱۲۶۶ھ)	محققات چشتی	مصنفہ
مولوی محمد بخش قریشی (لاہور)	تاریخ بی بیان پاکدامناں	مؤلفہ
علامہ ابن اثیر	تاریخ کامل عربی	مصنفہ
علامہ ابن جریر	تاریخ طبری	مصنفہ
علامہ عبدالرحمن ابن خلدون	تاریخ ابن خلدون	مصنفہ
خان بہادر مولوی سید اولاد جیدر صاحب ذوق بلگرامی	ذبح عظیم	مؤلفہ
جناب حاجی شیخ عباس قمی	منتہی الآمال (جلد اول)	تالیف
جناب حاجی محمد ہاشم بن محمد بن علی خراسانی	منتخب التواریخ	تالیف
جناب ابی جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب	مناقب آل ابی طالب جلد دوم	مؤلفہ
حفیظ اللہ خان منتظر	شجرہ ازواج دآل علی	ترتیبہ
مولانا سید آغا مہدی صاحب لکھنوی ۱۹۴۴ء لکھنؤ	سوانح حضرت مسلم بن عقیل	مؤلفہ
الحاج ملک صادق علی صاحب "بدر شیعہ" لاہور	تحفۃ الزائرین	ترتیبہ
عماد الدین حسین اصفہانی (عماد زاوہ) مطبوعہ ایران	زندگانی زینب کبری	مؤلفہ
سرزا مہدی شیرازی	تذکرۃ الخواتین رفاہی	مؤلفہ
مطبوعہ دانش گاہ پنجاب (لاہور)	انسائیکلو پیڈیا آت اسلام	
پاکستان	(جلد ۱۵)	
مفتی غلام سرور لاہور، مطبع نامی نول کٹر کراچی ۱۹۴۶ء	تاریخ مخزن پنجاب	مصنفہ
رائے بہادر کنہیا لال مطبع و کٹوریہ پریس لاہور	تاریخ لاہور	مصنفہ
مفتی غلام سرور	حدیثۃ الاولیاء	مصنفہ

سید شہزاد

تذکرہ علمائے لاہور مصنفہ - محمد بن ذوق
 ماثر لاہور مولفہ - منشی محمد بن ذوق مرتبہ محمد عبدالستار قریشی (نقوش لاہور نمبر ۱)
 رسالہ عرفات کا مرتبہ میاں محمد دین کلیم مورخ لاہور
 بی بی پاکدامن نمبر مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور
 انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۵



مزار مبارکہ حضرت بی بی حاج
 (بی بیائی پاکدامنای لاہور)

تحقیقاتِ حشری

مضائق مولوی نور احمد حشری

جمید یہ سٹیٹم پریس لاہور

صفحات ۳۱۲ تا ۳۲۴

بار اول ۱۸۶۴ء

بار دوم ۱۹۰۶ء

تذکرہ درحوال مقبرہ عالیہ حضرات بی بی پاکرامنساں

حال ان کا یہ ہے کہ یہ چھ بیبیاں ایک جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی ہمیشہ جناب حضرت عباسؑ کی موسومہ برقیہ المشہور بی بی حاج اور پانچ صاحبزادیاں حضرت عقیلؑ برادر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جن کے نام یہ ہیں حضرت بی بی تاج، حضرت بی بی حور، حضرت بی بی نور، حضرت بی بی گوہر، حضرت شہباز، ہمیشہ گان حضرت مسلم، حضرت رقیہ المشہور بی بی حاج صاحبہ منکوہہ جناب امام مسلم تھیں۔ کہتے ہیں کہ جناب امام ہمام سید امام شاہ کہ بلا غریب پُر جفا یعنی سید الکونین امام حسینؑ مدینہ منورہ سے روانہ کوفہ حسب الطلب کوفیاں ہوئے ہیں تو یہ بیبیاں بھی ہمراہ تھیں۔ ہم محرم الحرام کو جناب امام ہمام نے حسب ایمائے باطنی جناب مرتضوی کو ان بیبیوں کو ارشاد فرمایا۔ کہ تم یہاں سے چلی جاؤ، انہوں نے عرض کی کہ یا انھی ہم تم کو ایسے حال پر اختلال میں چھوڑ کر کہاں جائیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اگر ایسا کریں تو بروز قیامت جناب بی بی فاطمہؑ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نور چشمان میں مجبور ہوں۔ حکم مرتضوی ایسا ہی ہے مراقبہ کر کے دیکھ لو، ناچار بیبیوں نے عرض کی کہ اچھا ہم تابعدار ہیں۔ جہاں حکم ہو چلی جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہند جانے کا تم کو ارشاد ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کی کہ ہمارے دلوں فرزند آپ کے پاس رہیں تاکہ آپ کے قدموں پر شہادت پائیں آخر یہ رو کہ حضرت نے قبول فرمایا اور بیبیاں وہاں سے روانہ ہوتی ہیں، دوسرے روز واقعہ ہائیکہ جاگہ از شہادت حضرت جناب سید مظلوم کا سنا، بہت گھبراہٹیں۔ مگر یہ خیال تعمیل حکم چلی آئیں حتیٰ کہ لاہور میں پہنچیں اور یہاں مقام خانقاہ اس وقت ایک ٹیلہ تھا۔ اس پر گھبرائیں، اس زمانہ میں گرد و نواح اس مقام کے کوئی کوئی ٹھٹھی یعنی بستی راہبوں

کی تھی، جب یہ بیبیاں یہاں پہنچیں تو بہ مجرد برکت قدم سیمنت، لزوم قدرت اہل بیت رسول کے ان راہبوں کے آتشکدے سرد ہو گئے اور بستوں میں فتور و خلل پڑ گیا تو انہوں نے جو تیشیوں سے باعث اس تہلکہ کا پوچھا، سب نے سوچ بچار کر کے کہا کہ یہاں کوئی اہل اللہ عرب ترک سے آئے ہیں۔ یہ ان کی برکت کا اثر ہے، انہوں نے بعد دریافت ان کی طلب کے واسطے ملازم بھیجے کہ ان کو بلا لائیں اس امر سے یہ بی بیوں حیران ہوئیں کہ یا الہی ہم رسیدہ ستم ہیں، اور اول جدائی برادران اور واقعہ کر بلا ہوا اور پھر ملک بیگانہ حتیٰ کہ کوئی ہماری بولی بھی نہیں سمجھتا اس سے آپ ان کے پاس تشریف نہ لے گئیں۔ جب یہ خبر راجہ کو پہنچی کہ وہ تشریف نہیں لائیں تو ان کے سردار نے ولی عہد کو بھیجا اور کہا کہ یا تو اپنے ہمراہ ان کو لایا اپنی قلمرو سے نکال آنا اور نام اس راجہ کا کنور تھا اور بعضوں کے نزدیک مہابرن اور اس کے بیٹے کے نام بکر یا سہائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب یہ بی بی صاحبان تشریف لائیں تھیں تو اس وقت سات سو چار آدمی ولی اللہ حافظ قرآن اور بزرگ ان کے ہمراہ تھے جب وہ کنور حضرت کے پاس آیا اور حکم راجہ کا سنایا، تو آپ نے پہلے یہ منت سماجت فرمائی کہ بابا، ہم غریب ہیں، مسافر ستم رسید اور بے خانماں ظلم کشیدہ ہیں اور از حد بے کس ہیں، برائے خدا ہم کو تکلیف نہ دو اگر تم ہمارے یہاں رہنے سے ناراض ہو تو ہم چلی جاتی ہیں اور ماسوا اس کے ہمارے مذہب میں سترداری کا حکم یہ تاکید اکید جاری ہے اس واسطے ہم راجہ تک نہیں جاسکتیں، اس نے کہا کہ میں میں مجبور ہوں اور راجہ صاحب کی طرف سے آپ کو پکڑنے پر مامور ہوں، آخر بی بی صاحب کلاں نے راجہ کے لڑکے کو اپنے پاس طلب کیا اور اس کی طرف دیکھا، دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا جب ہوش آیا تو رو دیا اور حضرت کے قدم مبارک پر گر کر درخواست تعلیم و تلقین، دین اسلام کی کی۔ اور صدق دل سے مسلمان ہوا۔ جب یہ خبر راجہ کو پہنچی تو وہ نہایت متروہ ہوا، تمام ہندوؤں کو بلا کر شورش پجادی۔ اس سے بی بی صاحبان بہت خائف ہوئیں اور جناب الہی میں عرض کی کہ یا اللہ ابھی خوف حادثہ کر بلا ہمارے دلوں سے نہیں گیا، کہ یہ دوسرا حادثہ عظیم برپا ہوا ہے، ہم چاہتی ہیں کہ ہم پس پر وہ ہو جائیں۔ یا الہی زمین کو حکم دے کہ ہم کو امان دے، یہ دعائیں کی قبول ہوئی اور اسی وقت

زمین میں شگاف ہو گیا اور تمام پیدیاں اس میں سا گئیں اور پوشیدہ ہونے سے پہلے بہت اشخاص ہمراہیاں کو آپ نے رخصت عنایت کی اور فرمایا کہ اپنے اپنے وطنوں کو چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اتباعاً حکم چلے گئے اور صرف چار حافظ جن کے نام یہ ہیں ابو الفتح، ابو الفضل، ابو الکلام عبد اللہ حضرات کی خدمت میں باقی رہے اور قبریں ان کی بی بی توری کے غرب رو یہ موجود ہیں اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہی زمین میں سما گئے، جب کنور نے ان کی کرامت دیکھی تو صدق دل سے فقیر ہو گیا اور مجاور ہو بیٹھا، اس وقت حضرات پیدیاں کے دوڑوں کے پلے برروئے زمین نظر آتے تھے، اس نے ان نشانوں پر قبور بنائیں۔ چند روز پہلے نظر آتے رہے۔ پھر وہ بھی ناپید ہو گئے۔ جب کفار نے یہ کرامت دیکھی تو دم بخود ہو گئے اور کئی ایک ایمان لے آئے۔

مشہور ہے کہ جب وہ کنور مسلمان ہو گیا تو بی بی صاحبان نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اور بعد چندے وہ عبد اللہ خاکی کے نام سے معروف ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام محمد جمال رکھا گیا تھا۔ الغرض اس کی اولاد اب تک مجاور خانقاہ عالیجاہ ہے اور راجپوت کہلاتی ہے، اور وہ راجہ اپنے فرزند سے بہ سبب مسلمان ہونے کے محبت نہ کرتا تھا مگر بہ لحاظ آتش فرزند ہی اس کو پاک زمین دے دی۔

کتاب تاریخ نبی بیاں پاکہ امانت کے بارے میں، مولفہ محمد بخش قریشی،

کتاب مذکورہ تحقیقات حشری کی تقلید کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اور بار بار وہی باتیں دہرائی گئی ہیں، حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ کبریٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کو بطن ام البنین سے اور جناب عباس، جعفر، عثمان اور عبد اللہ صاحبزادگان علی کی بہن لکھا ہے

مگر تاریخ کی تمام مستند کتابوں مثلاً تاریخ کابل ابن اثیر، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، مہنتی الآمال، منتخب التواریخ اور مناقب آل ابی طالب میں سیدہ رقیہ کبریٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل کو حضرت علی کی زوجہ صہبا المشہور ام حبیب کے شکم سے لکھا ہوا ہے اور عمر بن علی کی سگی بہن بتایا گیا ہے گویا جناب ام البنین سے چار بیٹے تو ہوئے مگر کوئی بیٹی

پیدا نہیں ہوئی۔

کتاب تاریخ بیبیاں پاکہ اسمان کے مؤلف نے میدانِ کربلا سے لاہور آنے والے قافلہ اہل بیت کے ثبوت میں جن کتابوں مثلاً تاریخ اسلام عبدالرحمن شوقی تذکرہ الکرام ازبج عظیم تاریخ کامل اور تاریخ آئمہ کو پیش کیا اور جو حوالے دیئے وہ سب کے سب غلط ہیں، کسی ایک کتاب میں بھی اس قافلہ کے لاہور آنے کے بارے میں ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا کہ یا کتاب مذکورہ جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہے۔ عرب و عجم کی تاریخیں اس بات کی گواہ ہیں کہ حضرت امام حسین کے ہمراہ مکہ اور مدینہ سے جو افراد اہل بیت کے ساتھ چلے تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی میدانِ کربلا سے آزر دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ لاہور آجانے کی ساری کی ساری داستان من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔

نوٹ: ہم اپنی تحقیق کے ثبوت میں درجنوں کتابوں کے تاریخی اقتباسات پیش کر سکتے ہیں، طوالت کے باعث صرف چند حوالے نذر قارئین ہیں (حفیظ اللہ خاں منظر)

تاریخ کرام: تحقیقات حقیقی کے مصنف کے مندرجہ بالا بیان کو ہم سب سے

پہلے تاریخ اسلام کی روشنی میں دیکھیں تو ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں۔ کہ

(۱) حضرت علی المرتضیٰ کی کن کن بیویوں سے کون کونسی اولاد پیدا ہوئی۔

(۲) رقیہ نام کی کتنی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے شوہر کون کون تھے۔

(۳) رقیہ نامی صاحبزادیاں کن کن ازواج سے پیدا ہوئیں اور کن کن صاحبزادوں کی سگی

بہنیں تھیں۔

(۴) آیا وہ واقعہ کربلا کے وقت جناب امام حسین کے ساتھ تھیں۔

(۵) جناب امام حسین نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہندوستان چلے جانے

کا حکم دیا اور کیا ان میں سے کوئی روز عاشورہ یا بعد میں ہندوستان آئے۔؟

جب کہ یہ کفر گڑھ تھا۔

(۶) میدانِ کربلا میں جناب امام حسینؑ کے ساتھ کتنے افراد تھے۔

(۷) جناب رقیہ کبریٰ کے ساتھ ہندوستان آنے والے سات سو چار افراد و بچوں

مصنف مذکور کی حقیقت کیا ہے؟

(۸) مزاراتِ شام میں کونسی رقیہ کا روضہ ہے اور مصر میں کس رقیہ بنت علیؑ کا مزار ہے۔

(۹) پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہِ بیبیاں پاکدامناں کو حضرت رقیہ کبریٰ بنت علیؑ

اور حضرت عقیل بن ابی طالب سے شسب کرنا کہاں تک درست ہے جبکہ یہاں

سبھی مورخوں نے دماسوائے تحقیقاتِ حشری، جناب امام حسینؑ کے اہل بیت کے یہاں

آنے کو تسلیم نہیں کیا اور اس مزارِ اقدس کو مرشدِ پنجاب حضرت سید احمد تونسہ تریزی

کی صاحبزادیوں بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی شہباز اور بی بی گوہر کی

خانقاہ مانا ہے، جو بحیثیت ایک سنی مزار حکومتِ پاکستان کے محکمہ اوقاف نے اپنی

تحویل میں لیا ہے اور جس کے سابقہ گدی نشین بھی اہل سنت و الجماعت ہیں۔

مصنف

حصہ چہارم

علامہ ابن جریر طبری

ص-۲۳۲

تاریخ طبری

روایت ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کو مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو
آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے

تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ ضربِ نیزہ تھمبی سے ملاقات ہوئی، حُرنے

پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں۔ کہا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حُرنے کہا پلٹ جائیے وہاں

آپ کے لئے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے، یہ سن کر آپ نے واپس ہونے کا ارادہ

کیا۔ مسلم کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا واللہ جب تک مسلم کا انتقام

ہم نہ لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ آپ نے کہا تمہارا

بعد زندگی کا لطف نہیں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے۔ جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار
آپ کو ملے تو آپ کو بلا کی طرف مڑ پڑے، ایک ہسوار ہی جو نشیب میں واقع تھی۔ اسے
آپ نے پشت لشکر پر رکھا۔ وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے نیچے نصب کر دیئے۔ آپ کے
اسحاب میں پنیالیس سوار اور ایک سو پیادہ تھے۔

جلد چہارم ص ۴۳
مصنف ابن اثیر

الکامل لتاریخ

فلما أتى الحسينَ خبرُ قتلِ أخيه من الرضاعةِ ومسلمِ بنِ عقيلِ
أعلم الناس ذلك وقال : قد خذلنا شيعتنا ، فمن أحب أن ينصرف
فلينصرف لئیس علیہ منّا ذمام . ففرقوا يمينا وشمالا حتى بقي في
أسحابه الدين جاؤوا معه من مكة ، وإنما فعل ذلك لأنه علم ان
الأعراب ظنوا أنه يأتي بلداً قد استقامت له كفاة أهله فأراد أن يعلموا
علام يقدمون

مصنف علامہ عبد الرحمن ابن خلدون

تاریخ ابن خلدون

حضرت امام حسینؑ سے
حضرت امام حسینؑ کا ہمراہیوں کا خطا

خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا " میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر
اور پوشیدہ کرتا ہوں، اسے اللہ میں تعریف تیری ہی کرتا ہوں۔ کہ تو نے ہمارے جد
کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہر گوش و چشم و قلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور
دین کی سمجھ دی۔ پس ہم تیرا لشکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اما بعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی
کو با وفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے کسی کو بہتر جانتا ہوں، نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ
نیک اور نہ ان سے کوئی شخص رشتہ کا زیادہ لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالیٰ

جزائے خیر عطا فرمائے، آگاہ ہو جاؤ؟ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے فرور
 لڑیں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں جس کا جس طرف جی چاہے چلا جائے۔
 میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں
 سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے لے تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے گا اور
 اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف متفرق و منتشر ہو کر چلے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تم کو
 اس تکلیف سے بچالے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر وہ مجھے پائیں گے تو
 دوسروں کی جستجو نہ کریں گے۔

اس فقرہ کا تمام ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے۔
ہمراہیوں کی ثابت قدمی آپ کے بھائی، لڑکوں، بھتیجیوں اور عبداللہ بن جعفر کے

لڑکوں نے رد کر کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی بھی
 یہ دن نہ دکھائے "امام حسینؑ نے فرمایا اے بنی عقیل بس بس مسلم کی شہادت کافی ہے۔
 تم لوگ جاؤ میں نے تم کو خوشی کے ساتھ اجازت دی" بنی عقیل بولے۔

آپ سے علیحدہ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ اپنے سردار اپنے
 بہترین چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضہ میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ
 پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی۔ واللہ ہم یہ نہیں جانتے
 کہ وہ کیا کریں گے، اللہ کی قسم ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑیں گے بلکہ ہم اپنے
 کو اور اپنے مال کو اور اپنے اہل کو آپ پر نذا کر دیں گے، آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے
 جو حال آپ کا ہو وہی ہمارا ہو۔ خدا وہ زندگی ہمیں نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

جلد سوم
تاریخ اسلام ص ۵۳۵ مسنف عبدالرحمن شوق

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ نے پر بھروسہ رکھو۔ خدا نے جو چیز اپنی پداک

ہے وہ سب ایک روز فنا ہوگی، ہر شخص مرے گا، کوئی آگے، کوئی پیچھے، سب کو موت کا انتظار کرنا چاہیے۔ اسی طرح باقی اہل بیت کو بھی تسلی و تشفی دیتے ہوئے کہا۔

بیزید کا لشکر جو ہمیں گھیرے ہوئے ہے یہ صرف میری موت کا خواباں ہے تمہارا دشمن نہیں ہے، اس لئے تم میرے لئے موت کے منہ میں نہ آنا، مجھے خدا کے سپرد کرو اور تم لوگ اپنی جانیں ضائع نہ کرنا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تقریر سنکر آپ کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہم آپ کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر جیتے رہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں کا یہ استقلال دیکھا تو جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔

ذبح عظیم

مولفہ خان بہادر مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی کتب خانہ اشاعتی لاہور
صفحہ نمبر ۷۳، ۷۴ پر لکھا ہے جو لوگ آپ (حضرت امام حسینؑ) کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے وہی ساتھ رہے، باقی چھٹ گئے۔ باقی رہ جانے والوں کی تعداد صرف بہتر تھی۔
صفحہ نمبر ۱۹۵ پر فوق صاحب لکھتے ہیں کہ جریر ابن عبد اللہ ابن مغلہ الکلابی کی چچا زاد بہن ام البنین زوجہ حضرت علیؑ کے بطن سے صرف چار لڑکے (عبد اللہ، جعفر، عباس اور عثمان) تھے (کوئی لڑکی نہیں تھی)۔

صفحہ نمبر ۲۰۲ تا ۲۰۳ عبد اللہ، جعفر، عباس اور عثمان پسرانِ حضرت علیؑ کو ان کے ماموں شمر کا امان دلانا مگر ان کا قبول نہ کرنا اور اسے جھڑک دینا۔

تاریخ طبری

جلد پنجم ص ۲۵۹ تا ۲۶۰

شمر کو جب یہ خط ملا تو خود اور اس کے ساتھ
عبداللہ بن ابی محل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے

شمر کے بھانجوں کے لئے امان

اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام علی بن ابوطالب کے پاس تھیں ان کے بطن سے عباس
عبداللہ، جعفر، عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے ہماری
بہن کے بیٹے حسین کے ساتھ ہیں تو مناسب سمجھو تو ان کے لئے امان دید و ابن زیاد نے
کہا بسرو چشم کاتب کو حکم دیا اس نے امان کا فرمان لکھ دیا مگر انہوں نے یہ امان قبول کی

مولفہ، مولوی سید اولاد جیدر صاحب فوق بلگرامی

طبع جدید

صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۰

عظیم
ذبح میم

جناب امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اصحاب جان نثار کی خوش عقیدتی اور حسن و بلا

جناب امام حسین علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ نے کسی طرح اس امر کی اجازت نہ
دی کہ آپ کے جان نثار اور خالص الاعتقاد اصحاب آپ کی نصرت اور حمایت میں اپنی غریب
جانیں قربان کرنے کے لئے مجبور کئے جائیں کیونکہ کر بلا کے معاملات انتہا تک پہنچ چکے
تھے اور معاملہ کے رو براہ ہونے کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی تھیں۔ امام علیہ السلام نے اپنے
عہدہ امامت کی مناسب ہدایات کو پورے طور سے و ما علینا الا البلاغ کی حد تک
پہنچا دیا تھا اور ایک بار نہیں کئی بار، ایک موقع پر نہیں کئی موقعوں پر صحبت میں خلوت
میں، خلوت میں عمر ابن سعد کو سمجھایا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ہمراہی مسلمانوں کو فرزند
رسول کے خون ناحق میں شریک ہونے سے بچائے مگر ان تمام ہدایات کے خلاف
جب آپ نے یقین کر لیا کہ عمر سعد کے حالات کہ ہۃ قلوب لا یفقہون بہا کی حد

تک پہنچ چکے ہیں اور اب یہ سنگدل خدا نافرمان مجھ کو ضرور قتل کرے گا۔ ایسی حالت میں آپ کے اخلاق اس کے مقتضی نہ ہوتے کہ ایک اپنی جان کے لئے اپنے عزیز واقار اور جاں نثار اصحاب کو بھی قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ اعدائے دین کو صرف میری ذات سے مخالفت و خصومت ہے تو ایسی حالت میں ان قلیل وفاداروں کو اپنے ساتھ معرض ہلاکت میں ڈالنا خلق و صورت سے بعید ہے،

مناسب ہے کہ ان لوگوں پر صورت معاملہ صاف کھول دی جائے اور ان کو اس محاصرہ سے نکل جانے کا پورا اختیار دیا جائے۔ جناب امام حسین علیہ السلام دیر تک اس خیال میں مصروف رہے۔ پھر اپنی تمام جمعیت کو جن میں آپ کے عزیز واقارب بھی تھے جمع فرمایا اور نہایت اطمینان سے ان کو یہ خطبہ سنایا۔

انٹی علی اللہ احسن الثنار واحدا علی السراء والضراء اللہم ارحم الراحمین
 اهدک علی ان کرمتنا بالتبوء وعلمتنا بالقران وفہمتنا فی الدین
 وجعلت لنا ابنا عاقا ابصارا وافتدانا فاجعلنا من الشاکرین اما بعد فانی لا اعلم
 اصحابا وافی ولا خیرا من اصحابی ولا اهل بیت ابی ولا اوصل من اهل بیتی
 فجزاکم اللہ عنی خیرا الا وانی لا ظن یومانا من ہولاء الی وانی قد اذنت
 لکم فانطلقوا جیعا فی حل لیس علیکم حرج منی ولا ذمام ہذا اللیل
 قد غشیکم فاتخذوا جملا ویأخذ کل رجل بید رجل من اهل بیتی
 تفرقوا فی سواد کمو مدائتکم فان القوم انہا یطلبوننی ولو قد احسبونی
 لہو اعن طلب غیری۔

آپ نے پہلے خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی حمد کی اور بعد حمد و ستائش خدا تمام اصحاب و عزیز واقارب کو مخاطب فرمایا کہ اے پروردگار عالم میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے منصبِ امامت پر ممتاز فرمایا اور دروازہ و غوا مض کلام ربانی مجھ کو عنایت فرمائے اور ارکان دین کی تعلیم

فرمائی اور مجھ کو گوشن حق نبوش، دیدہ بینا اور دل وانا مرحمت فرمایا۔ پس ہم کو شکر کرنے والوں کی جماعت میں شمار فرمایا اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنے اصحاب جیسے وفادار کسی کے اصحاب اور عزیز واقارب سے اچھے کسی کے عزیز واقارب نہیں دیکھے۔ خدائے سبحانہ و تعالیٰ تم کو اس کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے، مجھ کو اس وقت اس جماعت داہل کو ذہ و شام کی طرف سے دوسرے خیال تھے یعنی میں ان سے طریق اطاعت اختیار کر لینے کی امید رکھتا تھا لیکن اب مجھ کو ان کے انداز دیگر گوں معلوم ہوتے ہیں اس لئے میں تم سے اپنے تمام عہد و پیمان اٹھا لیتا ہوں اور تم کو اپنی اطاعت کے بارے بالکل سبکار کئے دیتا ہوں اور بحال رغبت تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ، یہ رات ہے چاروں طرف اطراف عالم میں تاریکی چھائی ہے۔ تم لوگ اسے غنیمت جانو اور اپنے ناقے درست کر لو اور تم میں سے ہر شخص میرے اہلبیت سے ایک ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے لے اور اس اندھیری میں مختلف شہروں اور قصبوں کو چلا جائے کیونکہ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں جب مجھے پالیں گے تو پھر دوسروں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا یہ خطبہ سنتے ہی آپ کے تمام عزیز واقارب اور اعوان و انصار کی رگ و پے میں سچے خلوص اور وفاداری کا جوش پیدا ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ عقیدت کی سچی تصویریں، ارادت کی اصلی صورتیں، ایمان کے کامل مجسمے، پختہ اعتقاد کے تیار پیکر، جن کے چھوٹے بڑے ملا کر بہتر سے زیادہ نہ تھے۔ اپنی جاں نثاری اور وفاداری کے حقیقی جوش میں آکر اپنے آپے میں نہ رہے۔ اس قلیل جماعت میں سب سے پہلے آپ کے صاحبزادوں نے اور صاحبزادوں کے بعد بھائیوں نے اور بھائیوں کے بعد بھتیجیوں نے اور بھتیجیوں کے بعد بھانجوں نے اور بھانجوں کے بعد اور اصحاب نے نہایت خلوص کے لہجوں میں بیک زبان ہو کر عرض کیا لا انا اللہ ذلک ابداء۔ خدا ہم کو یہ دن کبھی نہ دکھلائے۔

اس خطبہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ہمارے اصحاب جیسے کسی دوسرے کے اصحاب نہیں

ہیں اور ہمارے اعزہ جلیسے اور کسی کے عزیز نہیں ہیں۔ حضرت کا یہ مقولہ کہاں تک صحیح ہے؟ یہ تو واقعات کر بلا ہی سے ظاہر ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ان جاں نثاروں نے جیسا شفیق اور مہربان سردار اور آقا خوش قسمتی سے پایا تھا وہ بھی عدیم المثال تھا۔ جیسا آج تک کسی جاں نثار اور مطیع و فرماں بردار کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ امر آپ کے ان احکام سے خود بخود ظاہر ہے کہ باوجودیکہ آپ کو اپنی موت کا ہر صورت سے یقین تھا اور ایسی بکیسی اور بے بسی کا عالم پیش نظر تھا۔ جو کسی کے کبھی دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا تھا۔ مگر تاہم یہ سمجھ کر کہ مخالفوں کو صرف آپ کی ذات سے غرض ہے۔ اس لئے آپ نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق جن کی مثال سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں، ہرگز اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ آپ کی رفاقت کے جرم میں ان کی جانیں تلف ہوں۔ اس لئے آپ ان کو اور اپنے تمام اہلیت کو بکمال رغبت ترک رفاقت کی اجازت فرما رہے تھے اور اپنی تہنا ذات پر بکیسی و تہنائی کے تمام مصائب گوارا فرمانے کے لئے راضی تھے اور ان کے خون ناحق پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ واقعات کر بلا کو معمولی فوج کشی تصور کرنے والے وہم پرست حضرات ذرا آنکھیں کھول کر اس خطبہ کے حرف حرف اور لفظ لفظ کو غور سے پڑھیں کہ اس کے مضامین معاملات دنیاوی سے امام عالی مقام کی کیسی بے لوثی اور کتنی بے سرکاری ثابت کرتے ہیں۔ کیا کوئی عقل کا اندھا اب بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ ایک گیر جو فوج کشی کے ارادہ سے میدان جنگ تک پہنچ گیا ہو اور اس کو یہ امر بھی متیقن ہو چکا ہو کہ صبح و شام میں جنگ کا آغاز ہوا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں وہ اپنے اصحاب و انصار کو جن پر اس کی جمعیت کا دار و مدار ہو اس طرح ترک رفاقت کی صلاح دے گا اور ایسے نازک وقت میں ان کو اپنے پاس سے جدا کر دے گا۔ کچھ اسی موقع پر منظر نہیں ہے۔ شروع سفر سے لیکر اس وقت تک برابر ہم جناب امام حسین علیہ السلام کے مختلف خطبات سے دکھاتے آئے ہیں کہ آپ ہرگز ہرگز ایسے ارادہ کے ساتھ مدینہ سے کر بلا تک نہیں آئے تھے، اتنا لکھ کر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں، اہلیت علیہم السلام اور اصحاب کرام نے اپنے

خلوص اور عقیدت کے اظہار میں نہایت جوش سے جواب دیتے ہم ان میں سے چند
کامل الایمان بزرگوں کے جوابات ذیل میں لکھتے ہیں ان میں سب سے پہلے جو بزرگوار
اٹھے مسلم ابن عوسجہ تھے، وہ امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔

اِخْتَنَ نَخْلِي عِنْدِي مَا نَعْتَدُ رَأْيِي اِلَى اللّٰهِ فِيْ اَدَاءِ حَقِّكَ لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى اَطْلُبَ فِيْ صَدْرِهِمْ

بِرُوحِيْ هٰذَا وَاَضْرِبُهُمْ بِسَيْفِيْ فَاَثْبِتْ قَائِمَةً فِيْ يَدِيْ وَلَوْلَمْ يَكُنْ مَعِيْ

سِلَاحٌ اَتَانَا قَدْ حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّا لَمَعْلَمٌ حَتّٰى يَعْلَمَ

اللّٰهُ اَنَّا قَدْ حَفِظْنَا غَيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّا لَمَعْلَمٌ حَتّٰى يَعْلَمَ

عِلْمَتُ اِنِّيْ اَقْتُلُ ثُمَّ اَجِيْ ثُمَّ اَحْدَقُ حَيَاتِيْ اَذْرِيْ لِيْ فَيُحِلُّ ذٰلِكَ لِيْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً مَا فَا رَتَكَ حَتّٰى اَلْقِيْ

حَامِيْ وَوَيْلٌ لِّكَ كَيْفَ لَّا اَفْعَلُ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا هِيَ تَمَتَّةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ هِيَ الْكِرَامَةُ اَلَّتِيْ لَهَا النِّقْضُ لَهَا اَبْدًا

اے فرزند رسول! کیا میں اپنا ہاتھ آپ کی نصرت و رفاقت سے اٹھا لوں پس میں

خدائے سبحانہ و تعالیٰ کے آپ کے ادائے حقوق کے ثبوت میں کیا جوت پیش کروں گا۔

خدا کی قسم مجھ سے ایسا نہ ہوگا۔ میں تو آپ کے دشمنوں کے سینوں کو اپنے نیزہ کا نشانہ بنائے

بغیر نہ پھوڑوں گا اور ان کے جسم کو اپنی تلوار کا پیام بناؤں گا جب تک اس کا قبضہ میرے

ہاتھ میں رہے گا اور اگر میرے پاس جنگ کے لئے ہتھیار نہ رہیں گے۔ تو

ان پر سنگ باراں کروں گا۔ مگر خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوں گے

تاکہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ پر یہ ثابت ہو جائے کہ غیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں ہم ان کے فرزند و لبند کے محافظ رہے اور ہم نے اپنی حفاظت کے فرض کو

سچا حقہ ادا کر دیا۔ قسم خدا کی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں مارا جاؤں گا پھر جلایا جاؤں گا

اور پھر زندہ جلایا اور جلائے جانے کے بعد میری ناک ہوا میں اڑا دی جائے گی اور

یہ امر ستر بار کیا جائے گا تو بھی میں آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ

کے ہمراہ مارا جاؤں اور یہ تو صرف ایک ہی دفعہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ

ہمیشہ کی راحت ہے جو کبھی تمام ہونے والی نہیں۔

ان کے بعد زہیر ابن لقیس رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمانے لگے، قسم خدا کی مجھے یہ پسند ہے کہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور اسی طرح ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں۔ تاہم مجھ کو اپنے یہ تمام مصائب قبول ہیں اگر اس کے عوض میں آپ کے اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے سر سے آئی ہوئی یہ بلا ٹل جائے۔ یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان جان نثاروں کے یہ عقیدے کچھ خالی زبانی ہی نہ تھے ان کا مل الایمان بزرگوں نے معرکہ کارزار میں دھوپ، پیاس اور اضطراب کی حالت میں صریح سے مقابلہ کر کے ایک ایک نے دس دس بیس بیس کو مار کر ثابت کر دیا کہ ہم ہیں سچے بہادر اور ہم ہیں اصلی وفادار۔ معرکہ کارزار گرم ہوتے ہی شوق و فائیں ان کی شجاعت بے مثل و بی نظیر ثابت ہوئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ جنگ شروع ہوتے ہی ان میں وہ عجیب جوش پھیل گیا تھا کہ ایک دوسرے پر شہید ہونے کے واسطے گرا پڑتا تھا اور ایک دوسرے کو آگے جاتا دیکھ کر صف سے نکلا پڑتا یہ اس کا ہاتھ تھا کہ تمام کر تیجھے کر دیتا تھا اور وہ اس سے آپ آگے بڑھ جاتا تھا۔ ان سعادتمندوں میں سے محمد ابن بشر الحفصی کا واقعہ ان کا مل الوفا اور راسخ الاعتقاد ہونے کے سبب آج تک یادگار ہے۔

محمد کو عین اس وقت جب کہ جانبین سے صف آرائی ہو کر جنگ آغاز ہو چاہتی تھی، خبر ملی کہ اس کا بیٹا مملکت رے کی سرحد میں گرفتار ہو گیا ہے اور وہاں کوئی آدمی اس کے قبیلہ کا ایسا نہیں ہے جو اس کی ویت دیکر اس کی مخلصی کی کوئی تدبیر کر سکے۔ اب تا وقتیکہ اس کی ویت ادا نہ کی جائے اس کی رہائی محال ہے، ایسی وحشت ناک خبر سن کر کیا کسی کے باپ کا دل آپے میں رہ سکتا ہے اور کیا وہ اس کو رہائی دلانے بغیر مطمئن ہو سکتا ہے مگر محمد کا تحمل و استقلال حقیقت میں اپنی آپ مثال تھا جس کی نظیر سے دنیا کے کارنامے خالی ہیں۔ محمد ابن بشر الحفصی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے پہنچنے پر کوئی

اعتنا نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ اگر وہ ایسر ہو گیا تو میں بھی اپنا خود اس کے بعد زندہ نہ رہوں گا جو اس کی ذلت و خواری دیکھوں یا اس کے لئے مسنون کیا جاؤں میں ایسے وقت میں اس کی نصرت کو جناب امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یہ ہے سچا اعتقاد اور یہ ہے خالص جاں نثاری۔ اگر محمد اس وقت چلے بھی جاتے تو دنیا میں کوئی شخص ان پر الزام نہ لگا سکتا اور معترض نہ ہو سکتا مگر ان کے متبرک نفس نے خود اپنے بیٹے کی نصرت اور جناب رسول خدا کے بیٹے کی نصرت کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اس خبر کو اور محمد کے اس جواب کو سنا۔ تو محمد کو پاس بلا کر خود فرمایا۔ **رحمك الله انت في حل من بيتي فاعلم من فكاك ابنك فقال اكلتني اسباع حيان فارقتك قال فاعط ابنك هذه الاثواب البتة ويستعين بهائي فداء خيده فاعطاه خمسه اثواب قيمتها الف دينار۔**

خدا کے سبحانہ و تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے، میں نے اپنی اطاعت کا بار تم سے اٹھالیا اور تم کو اختیار دیا کہ تم جا کر اپنے بیٹے کو قید سے رہائی دلو اور۔ محمد نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں آپ کو چھوڑ دوں تو جانوران درندہ مجھے پھاڑ ڈالیں تب جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ برد اپنے دوسرے بیٹے کو دلو اور اور اس سے کہو کہ وہ اپنے بھائی کا فدیہ دیکر اس کو چھڑالائے۔ غرض پانچ عدد برد اس کے بھائی کو دلو اور جن کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔

ان جاں نثاروں کے حالات میں سے ہم نے صرف انہی دو بزرگواروں کے خلوص و عقیدت کا ذکر لکھا ہے۔ جس سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ ان کی نسبت جناب امام حسین علیہ السلام کا وہ کلام جو ابھی ابھی آپ کے خط میں لکھا جا چکا ہے کتنا صحیح اور واقعی ہے۔

یہ تو اصحاب جاں نثار کے حالات تھے، اب اعزہ و اقارب کے خلوص کا نمونہ

دیکھتے، ہم اوپر لکھ آئے، میں کہ شمر ذی الجوشن کے ہمراہ حضرت عباس علیہ السلام کے ماموں نے اپنے غلام عرفان کو بھیجا تھا، اس غرض سے کہ وہ ابن زیاد کا خط امان دکھا کر حضرت ام البنین کے چاروں صاحبزادوں کو میدان جنگ سے واپس بلا لے اور حضرت عباس کو اپنے خاص خط میں لکھ بھیجا تھا کہ زمانہ پر آشوب ہے، حفاظت جان و اہل و عیال ضرور ہے، مناسب ہے کہ تم اس وقت اپنے بھائی کی نصرت سے کنارہ کش ہو جاؤ اور پھر کسی وقت آگے چل کر اس کی تلافی کر لینا، تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے لئے خط امان بھیجا جاتا ہے جو ایسے نازک وقت میں تمہارے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ پس تم ابن زیاد کے فرمان اور میرے خط کی تعمیل میں توجیل کرو۔

آٹھویں دن تمام ہو کر نویں تاریخ کی شب کو عرفان نے وہ خط بختم حضرت عباس علیہ السلام کو دیا اور آپ کے پڑھ کر فوراً وہ خط زمین پر پھینک دیا اور عرفان سے کہہ دیا کہ تو جا کر ہمارے ماموں سے کہدے تمہارے بھائی ایسے نہیں ہیں جو فرزند رسول کو چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کریں، ہم کو اس کی امان کی کوئی قدر نہیں ہے، ہمارے لئے خدائے قادر و توانا کی امان کافی ہے، جو کچھ ہمارے لئے اس کی مشیت میں مقدر ہو چکا ہے، وہی ہر حال میں بہتر اور مناسب ہے۔ عرفان تو یہ جواب سن کر شمر سے سارا ماجرا دھراتا ہوا اسی وقت کہ بلا سے کوڑھ کو واپس ہوا، شمر ذی الجوشن بھی قبیلہ کلب سے تھا اور بنی کلب قبیلہ خضر بیہ کی ایک شاخ سمجھا جاتا تھا، اس لئے شمر ذی الجوشن کو بھی حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سے ایک گونہ قرابت کا دعویٰ ضرور تھا، عرفان سے حضرت عباس علیہ السلام کی تقریر سن کر اس نے ظاہری طور پر تو اپنی قرابت کے حقوق کا اظہار کرنا چاہا، مگر باطن میں اس کی ان کوششوں سے حضرت عباس علیہ السلام کا جدا کر لینا منظور تھا

اس لئے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت اور دلیری اس وقت زبان زد خاص و عام ہو رہی تھی۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی قوت توڑنے کے لئے اس نے اس امر میں پہلے ہی کوشش کی، وہ کچھ رات گئے اپنے لشکر سے خیام امام علیہ السلام کی طرف آیا اور قریب پہنچ کر آواز بلند پکارنے لگا۔ اَیْنَ بَنُو اَحْتِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ جَعْفَرِ وَ عَبَّاسِ وَ عَثْمَانَ۔ کہاں ہیں میری بہن کے لڑکے عبد اللہ، جعفر، عباس اور عثمان۔ مجھ کو ان کچھ کہنا ہے۔ اتفاق سے جناب امام حسین علیہ السلام نے خود اس کی آواز کو سنا اور فوراً حضرت عباس علیہ السلام کو بلا کر ارشاد کیا کہ اگرچہ شمر فاسق ترین مردم ہے مگر چونکہ قرابت میں وہ تمہارا ماموں ہے تو مناسب ہے کہ تم اس کے سوال کا جواب دو، امام عالی مقام کا حکم پا کر وہ چاروں بھائی خیمہ سے نکل کر وہاں پہنچے جہاں شمر علیہ اللعنة والعتاب ان کے انتظار میں کھڑا تھا۔ حضرت عباس نے پوچھا کہ تو نے ہم لوگوں کو کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا کہ سلو، تم سب بہن کے لڑکے ہو، تمہارے لئے پورے طور سے حکم اماں ہے۔ پس تم علیحدہ ہو جاؤ اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک جنگ نہ ہو اور بیکار اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور یرید کی بیعت و اطاعت اختیار نہ کرو۔ اتنا سننا تھا کہ وہ چاروں وفادار اپنے آپے میں نہ رہے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے شمر آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تَبَّتْ يَدَاكَ وَلَعْنُ مَا جَنَّتْ بِهِ مِنْ اِمَانِكَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَتَا مَرْنَا اَنْ نَتْرُكَ اَخَانًا وَسَيِّدًا لِّحُسَيْنٍ ابن فاطمہ علیہما السلام وَفَدْخَلْنَا فِي طَاعَةِ الْغَنَاءِ وَ اَوْلَادِ الْخَنَاءِ اَتَوْمَنَا وَ اَبْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ لا امان لہ۔ پیرے ہاتھ کاٹے جائیں اور تیری اس امان پر جو اپنے ہمراہ لایا ہے دونوں پر لعنت ہو، اسے دشمن خدا تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ علیہما السلام کی رفاقت سے ہاتھ اٹھائیں اور اپنا سر ایک فاسق اور ناجر

کی اطاعت میں جھکائیں۔ تو ہم لوگوں کو امان دیتا ہے اور فرزندِ رسول علیہما السلام کے لئے امان نہیں ہے۔ اتنا سننا تھا کہ شمر کے حواس باختہ ہو گئے اور وہاں سے چلتا ہوا اور اپنے لشکر میں پہنچ گیا۔ (اعظم کوئی صفحہ ۳۳۸ و تاریخ التواریخ صفحہ ۲۴۱)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے ارشادِ کاملہ بت پرستوں سے آغاز کیا ہے۔ اس سے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آپ شمر کی قرابت کو اس وقت اپنے ساتھ ایسا ہی سمجھتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو لہب کی قرابت تھی۔ اسی بنا پر آپ نے شمر کو انہی الفاظ سے خطاب فرمایا جن الفاظ سے ابو لہب کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے مظالم اور گمراہی کی پاداش میں متنبہ فرمایا ہے۔ طبری، روضۃ الصفا اور دوسری تاریخوں میں بھی یہ قصہ بتفصیل درج ہے۔ امام طبری اور امام اسفرائینی وغیرہ نے عرفان کے واقعہ کو نہیں لکھا ہے۔ صرف شمر کی گفتگو لکھی ہے،

ابو حمزہ ثمالی جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ قال علیہ السلام لما کان الیوم الذی استشهد فیہ ابی اجمع اہلہ واصحابہ فی لیلۃ ذلک الیوم فقال لہم یا اہلی وشیعتی اتخذوا ہذا اللیل جبالکم فاہجوا بانفسکم فلیس مطلوب غیرہی ولو قتلونی ما فکرت وانی غیرہی فاجلی وحکم اللہ فانتم فی حد وسعدۃ من بیعتی وعہد الذی عاہدتمونی۔

سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شبِ عاشورا جس کی صبح کو میرے والد ماجد جناب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔ انہوں نے تمام اہل بیت و جمیع انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی سواری کے ناقے تیار کر لو اور اس تہلکہ سے اپنی جانیں بچا لو۔ کیونکہ اس قوم شقاوت پیشہ کو سوائے میرے اور کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے جب یہ مجھ کو قتل کر لیں گے تو تمہارا خیالی تک نہ کریں گے۔ پس تم لوگ اپنی اپنی راہیں اختیار کر لو اور میں اپنی بیعت کا بار تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں اور تمہارے اس

عہد و پیمانہ کو جو تم نے نہایت مضبوطی سے میرے ساتھ کیا ہے واپس لیتا ہوں۔
 امام عالی مقام کا یہ کلام سنکر تمام جان نثاروں نے ایک زبان ہو کر ہی عرض کیا کہ
 اے سید و مولا ہمارے قسم خدا کی ہم کبھی آپ کے دامن نہ چھوڑینگے اور دوسروں کو یہ
 کہنے کا موقع نہ دینگے کہ ان لوگوں نے اپنے امام کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو اپنے ان
 افعال کے لئے خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے اور اس کے سامنے کیا منہ دکھلاینگے
 قسم خدا کی آج ہم سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم سب آپ کی رفاقت میں
 اپنی جان دے دیں۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم مارے جائیں گے
 اور تم سب بھی ہمارے ساتھ مارے جاؤ گے اور تم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ
 سن کر ان سعادتمندوں نے جواب دیا کہ خدائے سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہم سب کو
 آپ کی نصرت و حمایت کے صلے میں شہادت کے منصب جلیل پر فائز فرمائے گا اور اسے
 ہمارے آقا کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم اتنی بڑی سعادت کے حصول پر دلشاد اور مطمئن
 نہ ہوں۔ خالص جان نثاروں کی یہ پر جوش تقریر سنکر امام عالی مقام نے بیساخت فرمایا
 کہ بجز اکمل اللہ حیوان و عالمہم بخیر

نوٹ: اس جذبہ جان فروشی کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد تحقیقات حقیقی اور تاریخی بیسیان
 پاکد امنان کا یہ بیان کہ حضرت علی و جناب عقیل کی صاحبزادیاں سات سو چار افراد کی معیت میں حکم
 امام حسینؑ میدان کر بلا سے ہجرت کر کے لاہور آگئیں "سراسر ایک جھوٹ اور بہت بڑا بہتان
 نظر آتا ہے۔ حقیقت میں امام موصوف کے اہل بیت پر راہ فرار کا لیل چسپاں کرنے والے
 مہمان حسینؑ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ص ۴۰۲

زندگانی امام زین العابدین مصنف عمادزادہ! تہران ایران

اہل بیت چند روز رخصت گرفتند در شام عزاداری کردہ و در خلال اباس عزادارانی بازار

حقائق را آشکارا نمودند و سید گری ظالم دستکاران را بر ہر کس دوش نمودند و چون این ایام سوگواری تمام شد و بعد از انقلاب پائیدہ گردید بر آتشند کہ بسوئے مدینہ حرکت نمایند۔ یزید نعان بن بشیر را مامور کرد کہ این قافلہ را ہمہ سینہ برساند و محل سواری دشتزان اسباب سفر را حاضر کرد و ازین جا دیگر صورت مسافرت دقیامہ قافلہ عوض شد، بصورت آبرو مندی، درآمد چون اطفال یتیم، و اسرار حسین آن منظرہ را دید، یکیز تیرہ ہیا و قافلہ پدرا فسادند کہ بکر بلا میرفتند و غوغائی عجیبی برپا شد و اشعار و مرثیہ بسیاری سرورده شد تا ہر یک در یک محلی با عزت تمام جا گرفتند و بطرف مدینہ رسیار شدند؛

تاریخ اسلام جلد سوم ص ۵۴۱ مصنف عبد الرحمن شوق

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے قریب میدان کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا سر مبارک دمشق میں دفن ہوا لیکن کچھ عرصہ جہاں آپ شہید ہوئے تھے یعنی میدان کربلا میں آپ کا روضہ بنایا گیا جو مشہد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت زینب و زین العابدین و دیگر خاندان حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہا ہو کر مدینہ شریف میں آگیا اور اسی جگہ ان صابر و منظلوم پاکیزہ ہستیوں نے عالم جاودانی کو لبیک کہا؛

تاریخ ابن خلدون، حصہ دوم مصنف علامہ عبد الرحمن ابن خلدون

ص - ۱۲۱

یزید کی زود پشیمانی

مصنف عقد الفرید نے لکھا ہے کہ جس وقت یتیمان اہل بیت یزید کے روبرو پیش کئے گئے نعان بن بشیر انصاری نے کہا تھا ذرا سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ

کرتے تھے، اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے؟ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کے لئے خیمہ ایتادہ کر دیئے گئے، کھانا حسب ضرورت مہیا کر دیا گیا، پھر جس وقت اہل بیت امامِ مدینہ کی جانب روانہ ہونے لگے

اہلبیت کی مدینہ روانگی | تو نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین باایمان شخص کو مع چند سواروں کے ہمراہ کرویا اور بار برداری و اسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دو گنا دے کر رخصت کیا۔ روانگی کے وقت یزید نے علی بن حسین کو رخصت کرنے کی غرض سے بلا کر کہا "ابن مرجانہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو واللہ اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو جو درخواست حسین پیش کرتے میں قبول کرتا اور ان کی مصیبت و تنگی کو جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا دفع کرتا

لیکن اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ ہوا۔ اے صنا جزادے جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں مجھے لکھنا پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا "دیکھو ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے غرض یزید سے امام زین العابدین رخصت ہو کر مع اپنے اہل بیت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے، محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بیچال قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عزت و احترام و آرام سے لائے کسی قسم کی تکلیف اٹھا رہا میں نہ ہونے پائی۔ جہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے چوکیداروں کی طرح سے محافظت و نگہبانی کرتے تھے۔

رہا بنت اسرار القیس زوجہ امام حسین (رماور سکینہ) مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ کر بلا اور وہاں سے قید کر کے شام بھیجی گئیں، پھر امام زین العابدین کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس آئیں اور ایک برس بعد واقعہ کر بلا کے انتقال کیا۔

یادِ بخ طبری

مصنف علامہ طبری ، ترجمہ سید حمید علی طباطبائی

امیر معاویہؓ سے شہادتِ حسینؑ تک ۔ ص ۲۱۳

حضرت عبداللہ بن جعفر کا صبرِ ایثار

عبداللہ بن جعفر کو حسینؑ کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونے کی خبر جب پہنچی تو ان کے بعض خدام

اور سب لوگ پر سہ دینے کو ان کے پاس آئے۔ خدام میں ایک غلام آزادان کا شاید ابولسلاس کہنے لگا۔ یہ مصیبت ہم پر حسینؑ نے ڈالی عبداللہ بن جعفر نے یہ سن کر اسے جوتا کھینچ کر مارا اور کہا اوپر مختار حسینؑ کی نسبت ایسا کلمہ کہتا ہے، واللہ اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز ان سے جدا نہ ہوتا اور یہی چاہتا کہ ان کے ساتھ میں بھی قتل ہو جاؤں، واللہ وہ ایسے ہیں کہ ان دونوں فرزندوں کے عوض اپنی جان ان پر فدا کرتا۔ ان دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا۔ انہوں نے

میرے بھائی میرے عم کے ساتھ ان کی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے خداوند عالم کا جس نے قتلِ حسینؑ کے غم میں ہم کو مبتلا کیا کہ حسینؑ کی نصرت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے فرزندوں کو تو ہوئی

مّم لقمان بنت عقیل کا نوحہ

جب اہل مدینہ کو قتلِ حسینؑ کی خبر پہنچی تو ام لقمان بنت عقیل ابن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کو

ساتھ لئے ہوئے نکلیں، منہ ان کا کھلا ہوا تھا۔ چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں یہ

مَا ذَاتَقَوْلُونَ اذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ

مَا ذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْوَجْهِ

بَعَثْتَنِي وَاَهْلِيْ بَعْدَ مَفْتَقِدِيْ

منہم النساءِ وَاٰخِرُ الْوَجْهِ

لوگو کیا جواب دو گے پیغمبر کو جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے پیغمبر

آخر الزمان کی امت ہو کر میری عزت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد

کیا سلوک کیا ان میں سے کچھ ایسے ہیں اور کچھ خاک و خون،

ذبح عظیم

۱۲۵۹ھ (مولفہ خان بہادر مولوی سید اولاد حید صاحب فوق بلگرامی)

” کربلا میں سیدہ رقیہ کبریٰ بنت حضرت علی المرتضیٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کا بندہ ہر صریحاً ان کے بعد ایک ایسے سعادتمند نے اجازتِ حرب حاصل کی جس کا باپ ابھی ابھی اہل کوفہ کے ہاتھوں شہید ہو چکا تھا۔ اس کی خوش عقیدہ ماں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا: اُخْرَجْ يَا بِنْتِي وَقَاتِلِي بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اسے میرے فرزند انکل کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کے سامنے قتل ہو جا۔ وہ مطیع اور بہادر جوان امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر عازم جنگ ہوا۔ تو جناب امام حسین نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: هَذَا شَابٌ قَتَلَ ابْنَهُ وَتَعَلَّ امْرَأَهُ تَكْرَهُ خُرُوجَهُ۔ یہ ابھی جوان ہے اور ابھی ابھی اس کا باپ مارا گیا ہے شاید اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اس کا روانہ ہونا گوارا نہ ہو، اس کا دل الولا نے جواب دیا۔ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میری ماں ہی نے یہ تلوار اپنے ہاتھ سے میری کمر میں باندھی ہے کہ میں آپ کی نصرت کے فرائض ادا کروں یہ سن کر جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رخصت کیا اور وہ صفِ جنگاہ میں آ کر یوں رجز خواں ہوا:

امیری وحسین و نعم الامیر سرور نواھا البشیر والنذیر

لہ طلعت مثل شمس الفتح لہ غرۃ مثل بدیقنیر

رجز کے بعد فوج مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اپنی شجاعت کے بیش بہا اور قابلِ قدر جوہر

دکھلا کر شہید ہو گئے۔ ان بے دینوں نے ان کے سر کو بھی حضرت عبداللہ ابن وہب کلبی کے

سر کی طرح لشکر جناب امام حسین میں پھینک دیا۔ اس کی غم رسیدہ ماں نے اس کا سر اپنی گود

میں اٹھالیا اور پے در پے اس کے بوسے لئے اور کہنے لگی۔ اے میرے بیٹے! اے میرے

دل کے سرور، اے میری آنکھوں کے نور، پھر اس کو سپاہ دشمن کی طرف پھینک دیا اور اپنے

فلن واضطراب کی حالت میں فوج مخالف پر دوڑ پڑی اور یوں رجز خواں ہوئی
 انا عجز سیدی ضعیفہ خالیۃ بالیۃ نحیفہ -
 امربکم بضرۃ عنیفہ دون بنی فاطمہ الشریفۃ
 فوج کفار سے دو بے دینیوں کو مار گرایا، جناب امام حسین علیہ السلام کو خبر ہوئی تو اس کو
 فوراً واپس بلا لیا۔

مؤلفہ علامہ طبری، ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی

ص - ۲۲۸ تا ۲۵۰

تاریخ طبری حصہ سوم

آپ کا اسم گرامی علی بن ابی طالب تھا آپ کے والد ابو طالب کا نام
نسب و خاندان عبد مناف تھا اور عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے تھے آپ
 کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو اسد بن ہاشم ابن عبد مناف کی صاحبزادی تھیں۔

۱۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ازواج و اولاد سے شادی فرمائی اور ان کی موجودگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی حضرت
 علیؑ کے یہاں حضرت فاطمہؑ سے حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ اور ایک لڑکا جن کا نام محسن تھا
 پیدا ہوئے، محسن کم عمری میں انتقال کر گئے، دو صاحبزادیاں یعنی زینب البجرائے اور
 ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۲۔ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کے بعد ام البنین بنت حزام سے شادی فرمائی
 ام البنین ابوالحکم بن خالد بن ربیعہ بن الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب کی بیٹی تھیں
 ان سے حضرت علیؑ کے یہاں عباسؑ، جعفرؑ، عبد اللہ اور عثمان پیدا ہوئے، عباس کے
 علاوہ بقیہ تینوں لڑکے حضرت حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید کئے گئے۔

۳۔ ایک شادی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربیعہ بن سلمیٰ بن جندل بن نیشل
 بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناة ابن تمیم سے کی، ان سے عبید اللہ اور

ابوبکر پیدا ہوئے ہشام بن محمد کا قول ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت حسین کے ساتھ
طف میں مارے گئے، محمد بن عمر کا کہنا ہے کہ عبید اللہ بن علی کو مختار ابن ابی علیہ نے
بزار میں قتل کیا تھا اور محمد بن عمر یہ بھی کہتا ہے کہ عبید اللہ اور ابوبکر سے حضرت علی کے
کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔

۴۔ ایک شادی اسماء بنت عیس سے فرمائی۔ بقول ہشام ابن محمد ان سے بیچی
اور محمد الاصفریہ سے لیکن ان دونوں کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کے یہاں اسماء سے
بیچی اور عون پیدا ہوئے اور محمد الاصفریہ بعض مؤرخین کے نزدیک ایک ام ولد سے پیدا ہوئے تھے
یہی واقدی کا قول ہے، نیز واقدی کہتا ہے کہ محمد الاصفریہ حضرت حسین کے ساتھ قتل کئے گئے۔

۵۔ ایک زوجہ صہبا تھیں جن کی کنیت ام حلیب تھی، یہ ام حلیب ربیعہ ابن بھیر ابن لحد
بن علقمہ بن الحارث بن عتبہ ابن سعد بن زبیر بن جشم بن بکر بن حلیب بن عمرو بن غنم ابن تغلب
ابن وائل کی لڑکی تھیں، یہ حضرت علی کی باندی تھیں رام ولد، یہ ان قیدیوں میں سے تھیں کہ جب
حضرت خالد بن الولید نے عین التمر پر حملہ کیا اور بنو تغلب کو شکست دے کر انہیں قیدی
بنایا، ان سے عمر اور رقیہ پیدا ہوئیں، ان کے عمر بن علی کی عمر پچاسی سال ہوئی اور حضرت علی
کی اوصی میراث انہوں نے حاصل کی، ینبع میں ان کا انتقال ہوا۔

۶۔ آپ کی ایک زوجہ امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ابن عبد
مناف تھیں، ان کی والدہ حضرت زینب تھیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں
ان سے آپ کے یہاں محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

۷۔ خولہ بنت جعفر ابن قیس ابن سلمہ بن عبید ابن ثعلبہ ابن ربیع ابن ثعلبہ بن الدول
بن حنیفہ بن حکیم بن صعوب بن علی بن بکر بن وائل، ان سے محمد الاکبر پیدا ہوئے جنہیں محمد بن
اکھنیشہ کہا جاتا ہے، انہوں نے طائف میں انتقال کیا اور حضرت عبد اللہ بن عباس سے

نماز جنازہ پڑھائی :

۸؛ ایک زوجہ ام سعید بنت عروہ ابن مسعود ابن معتب بن مالک ثقفی تھیں ان سے ام الحسن اور مملۃ البکری پیدا ہوئیں۔

آپ کے اور بھی لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں جن کی ماؤں کے نام ہمیں معلوم نہیں ہو سکے، ان کے نام یہ ہیں، ام ہانی، میمونہ، زینب الصغری، ام کلثوم الصغری، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکلام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ اور نفیسہ یہ لڑکیاں مختلف ماؤں سے پیدا ہوئیں

۹؛ ایک زوجہ یحیٰ بنت امرئ القیس ابن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن عیلم تھیں جو بنی کلب سے تھیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو چھپن میں مرگئی، واقدی کہتا ہے کہ جب وہ بچی تھی تو مسجد جایا کرتی تھی۔ لوگ اُسے چھیڑنے کے لئے پوچھتے تیرے ماموں کون ہیں تو وہ جواب دیتی کہ وہ ہیں وہ ہیں یعنی کلب اور کلب کتے کو کہتے ہیں اور ایک خاندان کا نام بھی ہے۔

حضرت علیؑ کی پشت سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہوئیں۔

حارث نے ابن سعد کے ذریعہ واقدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی پانچ لڑکیوں سے اولاد چلی، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، محمد الحنفیہ، عباس بن الکلابیہ اور عمر بن الخطابؓ

مولفہ ابی جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب

ج ۳ ص ۳۰۴ تا ۳۰۵

مناقب ابی طالبؐ

قد تختت فی یدی جدیعا

فی یمنی و آخر فی شمالی

فی یمنی عقد الولا لعلی

و شمالی ردا علی الانذال

فصل : فی ان واجه و اولادہ و اقربائہ و خدامہ

ابوہ ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم . وامہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

واخوتہ : طالب و عقیل و جعفر ، و علی اصغر ہم ؛ و کل واحد منهم اکبر

من اخيه بعشورتنين بهذا الترتيب ، واسلموا كلهم ، واعقبوا الا طالب فانه اسلم ولم يعقب اخته ام هاني واسمها فاخته وجمانه . وخاله جنين بن اسد بن هاشم . وخالته خالدة بنت اسد ؛ وربيبة محمد بن ابي بكر . وابن لخته جعدة بن هبيرة .

قال الشيخ المفيد في الارشاد : اولاده خمسة وعشرون ، وربما يزيدون على ذلك الى خمسة وثلاثين . ذكره النسابة العمري في الشافي ، و صاحب الانوار : البنون خمسة عشر ، والبنات ثمانية عشر فولد من فاطمة عليها السلام : الحسن والحسين و المحسن سقط ، وزينب الكبرى ، وام كلثوم الكبرى تزوجها عمر ، وذكر ابو محمد النوبختي في كتاب الامامة ان ام كلثوم كانت صغيرة ومات عمر قبل ان يدخل بها ، وانه خلف على ام كلثوم بعد عمر عون بن جعفر ثم محمد بن جعفر ثم عبدالله بن جعفر .

ومن خولة بنت جعفر بن قيس الحنفية محمداً .
ومن ام البنين ابنة حزام بن الخالد الكلابية : عبدالله ، وجعفر الاكبر ، والعباس ، وعثمان .

ومن ام حبيب بنت ربيعة التغلبية : عمر ، ورقية ، ثومان في بطن .
ومن اسماء بنت عيسى الخثعمية يحيى ، ومحمد الاصغر . وقيل : بل ولدت له عوناً ومحمد الاصغر من ام ولد .

ومن ام سعيد بنت عروة بن مسعود الثقفية : نفيسة ، وزينب الصغرى ، ورقية الصغرى .

ومن ام شعيب المخزومية : ام الحسن ، ورملة .
ومن الهبلاء بنت مسروق النهشلية : ابوبكر ، وعبدالله .

• ومن امانة بنت ابي العاص بن الربيع وامها زينب بنت رسول الله
صلى الله عليه وسلم محمد الاوسط

• ومن حياة بنت امرئ القيس الكلبية جارية هلكت وهي صغيرة
وكانت له خديجة، وامهاني، وتيمية، وميمونة، وفاطمة،
لامهات اولاد، وتوفى قبله يحيى، وام كلثوم الصغرى، وزينب الصغرى
ام الكرام، وجمانة وكنيتها ام جعفر، وامامة، وام سلبية، ورملة الصغرى
ونورج ثمانى بنات، زينب الكبرى من عبد الله بن جعفر وميمونة
من عقیل بن عبد الله بن عقیل، وام كلثوم الصغرى من كثير بن عباس
بن عبد المطلب، ورملة من ابى الهياج عبد الله بن ابى سفيان بن الحارث
بن عبد المطلب، ورملة من اقلت بن عبد الله بن نوفل بن الحارث
وفاطمة من محمد بن عقیل :

وفى الاحكام الشرعية عن الخزاز القمى انه نظر النبي صلى الله عليه وسلم الى
اولاد على وجعفر فقال : بناتنا لبنينا وبنونا لبناتنا
واعقب له من خمسة ؛ الحسن والحسين ومحمد بن الحنفية والعباس
الاكبر وعمر وكان النبي صلى الله عليه وسلم لم يتمتع بحرة وامدنى حياة خديجة وكذلك
على مع فاطمة وفى قوت القلوب : انه تزوج بعد وفاتها بتسع لبال ،
وانه تزوج بعشرين سنة

وتوفى عن اربعة : امانة وامها زينب بنت النبي ، واسماء بنت عميس
وليلى التيمية وام البنين الكلابية ، ولم يتزوجن بعده
وخطب اميرة بن نوفل امانة ثم ابوالهياج بن ابى سفيان بن الحارث
فروت عن على رضي الله عنه انه لا يجوز لارواح النبي والوصى ان يتزوجن

مصنف علامه ابى جعفر محمد بن جرير الطبرى

ص ١٥٣ تا ١٥٥

تاريخ طبرى جلد نمبر ٥

ذكر الخبر عن أزواجه وأولاد علي

فاول زوجة تزوجها فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم،
ولم يتزوج عليها حتى توفيت عندها، وكان لها منه من الولد الحسن والحسين
ويذكر ان كان لها منه ابن آخر يسمى محسنًا توفي صغيرًا وزينب
الكبرى، وأم كلثوم الكبرى -

ثم تزوج بعد امر البنين بنت حزام - وهو أبو المجل بن خالد بن
ربيعه ابن الوحيد بن كعب بن عامر بن كلاب فولد لها منه العباس،
وجعفر، وعبد الله، وعثمان، قتلوا مع الحسين بكربلاء ولا بقية لهم
غير العباس.

وتزوج ليلى ابنة مسعود بن خالد بن مالك بن ربيعي بن سلمى بن جندل

ابن فهشل بن دارم بن مالك بن حنظلة بن مالك بن زيد بن ثناء بن تميم،
فولدت له عبيد الله وأبا بكر، فزعم هشام بن محمد أنهما قتلا مع
الحسين بالطف، وأما محمد بن عمرو فإنه زعم أن عبيد الله بن علي قتل
المختار بن أبي عبيد بالمدار، وزعم أنه لا بقية لعبيد الله ولا لأبي بكر ابني
علي عليه السلام.

وتزوج أسماء ابنة حميس الخثعمية، فولدت له فيما حدثت عن
هشام بن محمد - يحيى ومحمد الأصغر، وقال: لا شقيق لهما.

وأما الواقدي فإنه قال فيما حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد، قال:
أخبرنا الواقدي أن أسماء ولدت لعل يحيى وعونا ابني علي ويقول بعضهم:
محمد الأصغر لأم ولد، وكذلك قال الواقدي في ذلك، وقال: قتل محمد

الاصفر مع الحسين .

وله من الصَّهْبَاءِ - وهي أمّ حبيب بنت ربيعة بن جبير بن العبد بن علف
ابن الحارث بن عتبة بن سعد بن زهير بن جشم بن بكر بن حبيب بن عمر
ابن غنم بن تغلب بن وائل ، وهي أمّ ولد من السبي الذين أصابهم خلاله
ابن الوليد حين أغار على عين التَّمُرِ على بني تغلب بها - عمر بن عليّ ، ورقبة
ابنة عليّ ، فعمر عمر بن عليّ حتى بلغ خمسا وثمانين سنة ، فحاز نصف
ميراث عليّ عليه السلام ، ومات يتيما .

وتزوج أمّامة بنت أبي العاصي بن الربيع بن عبد العزّي بن عبد شمس
ابن عبد مناف ، وأمها زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فولدت له
محمداً الأوسط .

وله محمد بن علي الأكبر ، الذي يقال له : محمد بن الحنفية ، أمه خولة
ابنة جعفر بن قيس بن مسلمة بن عبيد بن ثعلبة بن يربوع بن ثعلبة بن الدؤل
ابن حنيفة بن لجيم بن صعّب بن علي بن بكر بن وائل ، توفي بالطائف
فصلى عليه ابن عباس .

وتزوج أمّ سعيد بنت عروة بن مسعود بن معتب بن مالك الشقي ، فولدت
له أمّ الحسن ورملة الكبرى .

وكان له بنات من أمهات شتى لم يسم لنا أسماء أمهاتهن ؛ منهن
أم هانئ ، وميمونة ، وزينب الصغرى ، ورملة الصغرى ، وأمّ كلثوم الصغرى
وفاطمة ، وأمّامة ، وخديجة ، وأمّ الكرام ، وأمّ سلمة وأمّ جعفر ، وجمانة ،
ونفيسة بنات عليّ عليه السلام ؛ أمهاتهن أمهات أولاد شتى .

وتزوج حبيّة ابنة امرئ القيس بن عدى بن أوس بن جابر بن كعب
ابن عليم من كلب ، فولدت له جارية ، هلكت وهي صغيرة . قال الواقدي :
كانت تخرج إلى المسجد وهي جارية فيقال لها : من أخوالك ؟ فتقول وه
وه - تعني كلباً .

فجميع ولدِ عليؑ لصلية أربعة عشر ذكراً، وسبع عشرة امرأة
 حدثني الحارث، قال: حدثنا ابن سعد عن الواقدي قال: كان النسل
 من ولد عليؑ خمسة: الحسن، والحسين، ومحمد بن الحنفية، والعباس بن
 الكلابية، وعمر بن التغلبيّة۔

مصنف علامہ عبدالرحمن ابن خلدون

حصہ اول ص ۵۵۱ تا ۵۵۲

پیرخ ابن خلدون

سب سے پہلے جس سے آپ نے نکاح کیا وہ فاطمہ بنت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں ان کے بطن سے چار اولادیں
 ہوئیں، دو لڑکے حسن و حسین اور دو لڑکیاں زینب البکری اور ام کلثوم، فاطمہ زہرا کی
 وفات کے بعد ام البنین بنت حزام کلاہیہ سے عقد کیا جس سے چار لڑکے عباس
 جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسین کے ساتھ شہید
 ہوئے تیسری بیوی آپ کی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تھیں دو لڑکے عبداللہ
 اور ابو بکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، انہوں نے بھی معرکہ کربلا میں اپنے
 بھائی حسین کے ساتھ شہادت نوش کیا، چوتھی شادی آپ نے اسماء بنت
 عیس خثعمیہ سے کی جس سے محمد بن الاضر اور یحییٰ وجود میں آئے اور معرکہ کربلا میں شہید
 ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ انہی کے بطن سے آپ کے لڑکے عون بھی پیدا ہوئے،
 واللہ اعلم، پانچواں عقد نامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبد العزی بن عبد شمس سے
 کیا ان کی ماں زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں، ان سے محمد بن الاویس
 ہوئے اور محمد بن الاکبر بن علی بن کو ابن الحنیفہ کہتے ہیں، ان کی ماں کا نام خولہ بنت
 جعفر یہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں اور صہبیا بنت ربیعہ تغلیبیہ سے حضرت علیؑ کے فرزند عمر اور
 دختر رقیہ پیدا ہوئیں، آپ کی آٹھویں بیوی کا نام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہے جس

سے ام الحسن، رملہ، الکبریٰ اور ام کلثوم صغرا پیدا ہوئیں، نوال عقد آپ کا مجنتہ بنت
امر القیس بن عدی کلبیہ سے ہوا۔ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی، جس کا
لڑکپن میں انتقال ہو گیا تھا، علاوہ ان لڑکیوں کے اور بھی لڑکیاں تھیں، جن کا نام
نہیں بیان کیا گیا، غرض آپ کے کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں، لیکن نسلی سلسلہ
صرف حسن، حسین، محمد بن الحنفیہ، عباس بن کلابیہ اور عمر بن التغلبیہ سے چلا، باقی کے
اعقاب باقی نہ رہے یعنی ان سے سلسلہ نسل نہیں چلا۔

مصنف۔ ابن الاثیر

الکامل لتاریخ جلد نمبر ۳ ص ۳۹۷ تا ۳۹۸

وَأَمَّا زَوْجُهُ فَتَزَوَّجَهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، لَمْ يَتَزَوَّجْ عَلَيْهَا حَتَّى تُوَفِّيَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ لَهُ مِنْهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
وَقَدْ ذُكِرَ أَنَّهُ كَانَ لَهُ مِنْهَا ابْنٌ آخَرٌ يُقَالُ لَهُ حَسَنٌ وَأَنَّهُ تُوَفِّيَ صَغِيرًا
وَزَيْنَبَ الْكُبْرَى، وَأَمَّ كَلْثُومَ الْكُبْرَى ثُمَّ تَزَوَّجَ بَعْدَهَا امَّ الْبَنِيَّةِ بِنْتَ حِزَامِ
الْكَلابِيَّةِ، فَوَلَدَتْ لَهُ الْعَبَّاسُ وَجَعْفَرٌ وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَعَثْمَانُ قُتِلُوا مَعَ
الْحُسَيْنِ بِالطَّفِّ وَلَا بَقِيَّةَ لَهُمْ غَيْرَ الْعَبَّاسِ، وَتَزَوَّجَ لَيْلَى بِنْتَ مَسْعُودِ بْنِ
خَالِدِ النَّهْشَلِيَّةِ التَّمِيمِيَّةِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ وَأَبَا بَكْرٍ قُتِلَا مَعَ الْحُسَيْنِ
وَقِيلَ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ قَتَلَهُ الْمُخْتَارُ بِالْمَذَارِ، وَقِيلَ لَهُ بَقِيَّةٌ لَهُمَا، وَتَزَوَّجَ أَسْمَاءَ
بِنْتِ عُمَيْسِ الْخَثْعَمِيَّةِ، فَوَلَدَتْ لَهُ مُحَمَّدًا الْأَصْغَرَ وَجَبِيَّ وَوَالِدَ عَقْبٍ
لَهُمَا، وَقِيلَ أَنَّ مُحَمَّدَ الْأُمِّ وَلِدَ وَقَتْلَ مَعَ الْحُسَيْنِ، وَقِيلَ إِنَّهَا وَلَدَتْ لَهُ عَوْفًا
وَلَهُ مِنَ الصَّهْبَاءِ بِنْتُ رَبِيعَةَ التَّغْلِبِيَّةِ، وَهِيَ مِنَ السَّبْيِ الَّذِينَ أُغَارَ عَلَيْهِمْ
خَالِدُ بْنُ الْوَالِدِ بَعِيْنُ التَّمِيمِ، وَوَلَدَتْ لَهُ عَمْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَرَقِيَّةُ بِنْتُ عَلِيٍّ نَعْمَرُ عَمْرُ حَتَّى
بَلَغَ خَمْسًا وَثَمَانِينَ سَنَةً، فَخَازَنَ مِيرَاثَ عَلِيٍّ، وَمَاتَ بِبَيْتِ بَيْعِ، وَتَزَوَّجَ عَلَى إِمَامَةِ

بنت ابی العاص بن الربیع بن عبد العزی بن عبد شمس وأمها زینب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فولدت له محمداً الأوسط، وله محمد ابن علي الأكبر الذي يقال له ابن الحنفية أمه خولة بنت جعفر من بني حنيفة. وتزوج علي أيضاً أم سعيد ابنة عروة بن مسعود الثقفي فولدت له أم الحسن ورملة الكبرى وأم كلثوم، وكان له بنات من أمهات شتى لم يذكرن لنا، منهن أم هانئ، وميمونة وزينب الصغرى، ورملة الصغرى، وأم كلثوم الصغرى، وفاطمة، وأمamah، ونخديجة وأم الكرام، وأم سلمة، وأم جعفر، وجوانه، ونفيسة، كلهن من أمهات اولاد وتزوج أيضاً مخبأة بنت امرئ القيس بن عدى الكلبية، فولدت له جارية هلكت صغيرة كانت تخرج إلى المسجد فيقال لها: من أخواك؟ فتقول: وه وه تعنى كلباً.

فجميع ولده أربعة عشر ذكراً، وسبع عشرة امرأة، وكان النسل منهم للحسن والحسين ومحمد بن الحنفية والعباس بن الكلابية وعمر بن لتغلبية

مصنف علامہ ابن الاثیر

ص ۳۸۲ تا ۳۸۳

جلد سوم

تاریخ کامل

سیدہ رقیہ کبریٰ کی مال اتم البسنتین نہیں ابی بنی صہبار عرت اتم حبیب تھیں

الثنی والزئیل

وقد نزل ربيعة بن بجير التغلبي الثني والبشر غضباً لعقة، وواعد روزه وزرمهر والهديل. فلما أصاب خالد أهل المصيخ بما أصابهم به، تقدم إلى القعقاع وإلى أبي ليلى، بأن يرتحلا أمامه، وواعدهما الليلة ليفترقا فيها للغارة عليهم من ثلاثة أوجه، كما فعل بأهل المصيخ. ثم خرج خالد من المصيخ، فنزل حوران، ثم الرنق، ثم الحماة - وهي اليوم

لبنى جُنادة بن زهير من كلب - ثم الزَّمِيل ، وهو البشْر والثَّنِي معه -
 وهما اليوم شرقي الرُّصَاقَة - فبدأ بالثَّنِي ، واجتمع هو وأصحابه ، فبيئته من
 ثلاثة أوجه بيّاتاً ومن اجتمع له وإليه ، ومن تأشّب لذلك من الثَّنِيان ، فجردوا
 فيهم السيوف ، فلم يُقَلت من ذلك الجيش خبير ، واستبي الشَّرِخ ،
 وبعث بخمسة الله إلى أبي بكر مع النُّعمان بن عوف بن النُّعمان الشَّيباني ،
 وقسم النهب والسَّبَايا ، فاشترى على بن أبي طالب عليه السلام بنتَ ربيعة
 ابن بجير التغلبي ، فاتخذها ، فولدت له عمرو ورقية ، وكان الهذيل حين نجا
 أوى إلى الزَّمِيل ، إلى عتّاب بن فلان ، وهو بالبشر في عسكر ضخم ،
 فبيئتهم بمثلها غارةً شعواء من ثلاثة أوجه سبقت إليهم الخبر عن ربيعة ،
 فقتل منهم مقتلة عظيمة لم يقتلوا قبلها مثلها ، وأصابوا منهم ما شاءوا ، وكانت
 على خالد يمين : «ليبغتن تغلب في دارها» ، وقسم خالد فيئتهم في الناس ،
 وبعث بالأخماس إلى أبي بكر مع الصباح بن فلان المزني ، وكانت في الأخماس
 ابنة مؤذن النَّمري ، وولي بنت خالد ، وريحانة بنت الهذيل بن هيرة : ثم عطف
 خالد من البشر إلى الرضاب ، وبها هلال بن عقة ، وقد ارفض عنه أصحابه
 حين سمعوا بدنو خالد ، وانقشع عنها هلال فلم يلق كيداً بها .

تذكرة

مَسَالِمُ عَقِيلِ بْنِ رَضِي
 حَفَرَتْ

(زبير طبع)

مؤلف
 حفیظ اللہ خاں منظر

بغيره بعده، فلم يتزوج امرأة ولا ام ولد بهذه الرواية
وتوفى عن ثمانى عشرة ام ولد؛ فقال عليه السلام جميع امهات اولادى
الآن محسوبات على اولادهن بما ابتعتن به من اثمانهن، فقال
ومن كان من امائه غير ذوات اولاد فنهان حوائر من ثلثه؛

فصل پنجم
مؤلفه حاج محمد باشم بن محمد علی خراسانی،
مکتوب التواریخ ص ۱۲۲ تا ۱۲۵

در ذکر اولاد امجاد حضرت امیر المؤمنین (ع)
بدانکه در عدد اولاد آن بزرگوار اختلافست واضح چنانچہ در ارشاد شیخ مفید است
آنست که آن بزرگوار بیست و هشت اولاد داشتند و از پسر و شانزده دختر -
اول از آنها که اکبر اولاد هائے آن حضرت بود حضرت امام حسن مجتبی (ع) بود

دوم: حضرت امام حسین (ع)

سوم: حضرت محسن

چهارم: حضرت زینب اکبری

پنجم: حضرت ام کلثوم البکری و این پنج بزرگوار از حضرت صدیقه کبری فاطمه زهرا متولد

شدند و احوالات حضرت امام حسن، در باب چهارم و احوالات حضرت سید الشهدا در باب پنجم
ذکر خواهد شد انشاء الله و احوالات جناب محسن و حضرت زینب و حضرت ام کلثوم در باب دوم گفته شد
ششم جناب محمد بن اکنفیه والده ماجده شان خوله بنت جعفر بن قیس اکنفیه است لکنی
بابو القاسم و این بزرگوار بعد از حضرت امام حسن و امام حسین اکبر و کور از اولاد حضرت امیر المؤمنین بودند
و در عمده الطالب است که ایشان در ماه ربیع الاول سنه هشتاد و یک از دنیا رحلت
فرموده در سن شصت و پنج سالگی انتهی -

بنابر این ولادتشان در سنه شانزده هجری بوده و فرموده لم یجتمع اسم رسول الله

وكنية لا احد غيره والده ماجده اشس نخوله است المعروفة بالحنفية وجماعت كيسانيه
 اورا بعدى آخرى الزمان بيدانند و ميگويند آن بزرگوار دركوه رضوى غائب شده و بعضى كز كيسانيه
 اعتقادشان اين بود كه بعد از امام حسين و امام حسين او خليفه بود.

و ابن ابى الحديد از جاحظ نقل ميكنند قال و اما محمد الحنفية فقد اقوال الصادق
 و الوارث و العاصم و الباقى ان الله كان واحدا و هو و رجل عصوة
 و كان اقدم الناس تماما و كما لا انتهي.

و از آن بزرگوار در غزوه صفين شجاعتهاى نماياني بروز كرد.

و در كشف الغمبه است كه بجناب محمد گفته اند كه پدر بزرگوارت تتر بيميدان روانه ميكنند
 و بخل ميكنند در فرستادن حسن و حسين را بيميدان جنگ، فرمود. هُما عينا و انايدة و اللسان
 يقى عينيه بيده.

و مرتبه ديگر اين سخن را بوسه گفته فرمود، انا و لده و هما ولد رسول الله و سابقا
 گفته شد كه قبر ایشان در بقيق يا در طائف است.

هفتم و هشتم نهم و دهم جناب عباس و جعفر و عثمان و عبد الله اين چهار بزرگوار از جناب
 ام البنين بنت حزام بن خالد متولد شدند و هر چهار نفر در كربلا بيماري حضرت سيد الشهدا شهيد
 شدند و احوالات والده ماجده شان و كيفيت شهادتشان و بعضى از فضائلشان در باب پنجم ذكر
 خواهد شد. ان شاء الله.

ياز دهم جناب يحيى بن على والده ماجده اشس اسماء بنت عميس بود.

و در مناقب است كه اين بزرگوار در حيات حضرت امير از ونيارفت.

دوازدهم و سيزدهم جناب محمد الاصغر المكنى بابي بكر و جناب عميد الله والده ماجده اين دو بزرگوار
 ليلى بنت مسعود دار بيمه ايتيمه است.

و در ارشاد است كه اين دو بزرگوار هم در كربلا بيماري حضرت سيد الشهدا شهيد شدند و

کیفیت شهادتشان در باب پنجم ذکر خواهد شد. انشاء الله تعالی
 زیارت ناحیه مقدسه از اولاد هائے حضرت امیر المؤمنین ع که در کربلا شهید شدند
 اسم پنجم را ذکر میکند جناب عباس و جعفر و عثمان و عبد الله و محمد را و اسم عبید الله برده نشده
 چهاردهم و پانزدهم جناب عمر الاطراف و جناب رقیه زین دو توأمین متولد شدند
 والدۀ ماجده ام حبیبہ بنت ربیعہ است.

اما جناب عمر الاطراف در تذکره سبط بن جوزی است که آنجناب هشتاد و پنجسال
 زندگانی کرد و نصف میراث امیر المؤمنین (ع) را جوازت نمود شخص فاضلی بود و تزویج کرد
 اسم بنت عقیل بن ابی طالب را پس متولد شد از او محمد و موسی و ام حبیب و جناب عمر الاطراف از
 تمام پسرهای امیر المؤمنین ع که چکتر بود بعد از تمام اولاد هائے آنحضرت از دنیا رفت
 و نسل حضرت امیر المؤمنین (ع) در اولاد ذکر از پنج نفر باقی ماند از حضرت بچہ و حضرت
 سید الشہداء و جناب محمد حنفیہ و حضرت عباس و جناب عمر الاطراف.
 و از سایر اولاد ذکر آنحضرت نسلی باقی نماند و جبهہ آنکه آن بزرگوار را عمر الاطراف گفتند در
 مقابل عمر الاشراف ابن علی بن اکسین است چون فضیلت جناب عمر الاطراف از طرف پدر بزرگوارش
 بود چو از حضرت صدیقہ طاہرہ نبود.

و اما عمر بن علی بن اکسین هم از نسل امیر المؤمنین ع بود و هم از ناطقہ زہرا ع.
 و عمر بن علی بن ابی طالب در یثرب از دنیا رفت و جناب محمد بن عمر الاطراف آمد خدمت
 علی بن اکسین ع و بزین انسا دوست آنحضرت را بوسید حضرت زین العابدین ع دختر
 خود عید سب را نزد ویج با و فرمود.

در عمدة الطالب است که فرزند او جناب عبید الله بن محمد بن عمر الاطراف قبرش
 در بغداد معروفست و صاحب نذر است
 و اما رقیه بنت امیر المؤمنین ع که خواهر ابوینش عمر الاطراف بود.

در مناقب است که او زوجه جناب مسلم بن عقیل بود و از او متولد شد جناب عبید اللہ بن مسلم
 و از زیارت ناحیه مقدسه استفادہ میشود کہ جناب عبید اللہ بن مسلم و ابی عبید اللہ بن مسلم
 ہر دو در کربلا شہید شدند۔

شانزدہم و ہفدہم ام الحسن و رملہ والدہ ماجدہ این دو مخدرہ ام سعید بنت عروہ بن
 مسعود الثقیفیہ بود۔

دور غنوی الامال است کہ ام الحسن زوجه جعدہ بن ہبیرہ پسر عمہ اش ام ہانی بود و بعد
 از او جعفر بن عقیل اورا نکاح کرد۔

و از زیارت ناحیہ مقدسه معلوم میشود کہ جعفر بن عقیل در کربلا شہید شد۔

دور عمدة الطالب است کہ رملہ زوجه ہبیاج عبید اللہ بن ابی سفیان بن حارث
 بن عبد المطلب بود۔

ہیجدهم نفیسہ در عمدة الطالب است کہ کنیہ این مخدرہ ام کلثوم الصغری بود و این
 مخدرہ زوجه کثیر بن عباس بن عبد المطلب بود۔

نوزدہم زینب الصغری در عمدة الطالب است کہ این مخدرہ زوجه جناب محمد بن عقیل بود
 بیستم رقیة الصغری و را اعلام الوری است کہ این مخدرہ زوجه عبد الرحمن بن عقیل است۔

و از زیارت ناحیہ مقدسه استفادہ میشود کہ جناب عبد الرحمن بن عقیل در کربلا شہید شد،
 بیست و یکم ام ہانی در عمدة الطالب است کہ او زوجه عبید اللہ بن عقیل بود۔

بیست و دوم امامہ کہ زوجه صلت بن عبد اللہ بن نوفل بن صرث بن عبد المطلب بود۔

بیست و سوم فاطمہ در عمدة الطالب است کہ او زوجه محمد بن ابی سعید بن عقیل بود و از زیارت
 ناحیہ استفادہ میشود کہ او در کربلا شہید شد۔

و در سجا از قرب الاسناد از عنبسة العابد ردایت کرده کہ فاطمہ دختر امیر المؤمنین اینقدر

عمرش طولانی شد کہ حضرت صادق اورا دید۔

و از امالی شیخ صدوق استفاده میشود که فاطمه بنت امیر المومنین در کربلا بوده و با سیری بشام
رفته روایتش در باب پنجم ذکر میشود.

بیت و چهارم، خدیجه و در عمدة الطالب است که از زوجه عبد الرحمن بن عقیل بود و در
ذخیره الدارین سید عبد المجید حایری ذکر نموده که فاطمه و خدیجه بنت امیر المومنین هر دو در کربلا
بودند و از شدت عطش و دو هشت روز عاشورا شهید شدند.

بیت و پنجم میمونه در عمدة الطالب است که آن مخدومه زوجه عبد اللہ الاکبر بن عقیل بود

بیت و ششم ام الکرامه

بیت و هفتم جمانه

بیت و هشتم ام سلمه

و این یازده مخدومه از مادر هائے متفرقه بودند پس معلوم شد که صبیای آن حضرت

امیر المومنین زوجه بنی اعمامشان بوده اند

چنانچه در بحار الانوار از خزانة فی روایت کرده که پیغمبر نظر فرمود با ولاد علی و جعفر و

عباس فرمود بناتنا بنینا و بنونا بناتنا.

و در خراج راوندی است که امیر المومنین پس هائے خود را جمع کرد و آنها را دوازده پسر بودند

فرمود خداوند دوست داشته که قرار بگذارد در من سستی را از یعقوب پیغمبر زیرا که او هم پسرش

را جمع کرد و آنها هم دوازده نفر بودند و فرمود من شمارا وصیت میکنم بحضرت یوسف پس

بشنوید و از او اطاعت کنید و من هم وصیت میکنم شمارا بحسن و حسین پس بشنوید از این دو

اطاعت کنید این دو را.

جلد اول تالیف حاج شیخ عباس قمی ص ۱۸۶ تا ۱۸۸

فصل ششم در ذکر اولاد حضرت امیر المومنین علیه السلام

منتهی الآمال

حضرت امیر المومنین علیه السلام را از ذکر و انانث بقول شیخ مفید بیت و هفت تن

فرزند بود چهار نفر از ایشان امام حسن و امام حسین و زینب کبری ملقب بعقیله و زینب عنقری
 است که مکنات است بام کلثوم و مادر ایشان حضرت فاطمه الزهرا سیدة النساء علیہم السلام
 است و شرح حال امام حسن و امام حسین علیہما السلام بیاید زینب در جبالہ نکاح عبد اللہ بن جعفر
 پس عمر خویش بود و از او فرزندان آورد که از جمله محمد و عون بودند که در کربلا شهید گشتند و ابوالفرج
 گفته که محمد بن عبد اللہ بن جعفر که در کربلا شهید شد، مادرش خواص بنت حفصہ بن ثقیف است
 و او برادر اعیانی عبید اللہ است که او نیز در وقعه طفت شهید شد و امام کلثوم حکایت
 تزویج او با عمر در کتب مسطور است و بعد از او یحییٰ بن جعفر و از پس او زینب بنت محمد بن جعفر
 گشت، و این شهر اشوب از کتاب امامت ابو محمد نو بختی روایت کرده که ام کلثوم را عمر
 بن الخطاب تزویج کرد و چون آنمخدره صغیره بود هم بستر نگشت و پیش از آنکه با او مضاجعت
 کند از دنیا برنت پنجم محمد کنی بانی القاسم و مادر او خوله حنیفہ دختر جعفر بن قیس است و در
 بعضی روایات است که رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المؤمنین علیہ السلام را بمیلاد محمد
 بشارت داد و نام و کیفیت خود را عطائی او گذاشت و محمد در زمان حکومت عمر بن الخطاب متولد
 شد و در ایام عبد الملک بن مروان وفات کرد و سن او را شصت و پنج گفته اند و در موضع وفات
 او اختلاف است بقولی در ایله و بقولی در طائف و بقول دیگر در مدینه وفات کرد و او را در بقیع بنحاک
 سپردند، جماعت کیسانیه او را امام میدانستند و او را مهدی آخر الزمان میخواندند و با اعتقاد
 ایشان آنکه محمد در جبال رضوی که کوهستان یمن است جای فرموده است و زنده است تا
 گاهی که خروج کند و محمد لیل اهل آنمذہب منقرض شدند و محمد مردی عالم و شجاع و نیرومند و
 قوی بوده، نقل شده که وقتی زرهی چند بخدمت امیر المؤمنین علیہ السلام آوردند یکی از آن
 رعبان از اندازه قامت بلند تر بود حضرت فرمود تا مقداری از دامان آن زره را قطع کنند، محمد آن
 زره جمع کرد و از آنجا که امیر المؤمنین علامت نهاده بود بیک قبضه گرفت و مثل آنکه بافته حریر را
 قطع کند و اینها می درع آبنین را از هم دریدند

و حکایت اردو قلیس بن سعد بن عباده با آن دو مرد رومی که از جانب سلطان روم فرستاده
 شده بودند، مغز و فست و کثرت بشجاعت رد لیری ادا از ملاحظه جنگ حمل و صفین معلوم شود
 ۶ و ۷ عمر در قیہ کبری ست که ہر دو تن توام از مادر متولد شدند و مادر ایشان ام حبیبہ، دختر
 ربیعہ است ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ عباس و جعفر و عثمان و عبد اللہ اکبر است کہ ہر چہار دور کہ بلا شہید
 گشتند و کیفیت شہادت ایشان بعد از این مذکور شود انشاء اللہ تعالی و مادر این چہار تن
 ام البنین بنت حزام بن خالد کلابی است و نقل شدہ کہ وقتی امیر المومنین علیہ السلام برادر
 خود عقیل را فرمود کہ تو عالم بانساب عربی زنی برائے من اختیار کن کہ مرا فرزند بیاد و در کہ نقل
 و فارس عرب باشد عرض کرد کہ ام البنین کلابہ را تزویج کن کہ شجاع تر از پدران او بیچس
 در عرب نبودہ پس جناب امیر علیہ السلام اورا تزویج کرد از او جناب عباس علیہ السلام دسہ برادر
 دیگر متولد گشت داز اینجہت است کہ شمر ذی الجوشن لعنہ اللہ کہ از بنی کلاب است در کہ بلا شرط
 امان از برائے ابو الفضل العباس علیہ السلام دہ برادران آورد و تعبیر کرد از ایشان بفرزند ان خواہر
 چنانکہ مذکور میشود ۱۲ و ۱۳ محمد اصغر و عبد اللہ است و محمد مکنی بانی بکر است و این ہر دو دور کہ بلا شہید
 گشتند و مادر ایشان لیثی بنت مسعود از میتہ است ۱۴ ایچی مادر او اسمائت عیسی است
 ۱۵ و ۱۶ ام الحسن و رملہ است و مادر ایشان ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی است و این
 رملہ رملہ کبری است و زوجہ ابی الہیاج عبد اللہ ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب بود
 و گفتہ اند کہ ام الحسن زوجہ بعدہ بن ہبیرہ لیسر عمہ خود بودہ داز پس او جعفر بن عقیل اورا
 نکاح کرد ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ نفیسہ و زینب صغری و رقیہ صغری است و ابن شہر آشوب مادر این
 سہ دختر را ام سعید بنت عروہ گفتہ و مادر ام الحسن و رملہ را ام شعیب محزو میتہ ذکر نمودہ
 و نقل شدہ کہ نفیسہ کنناۃ بام کلثوم صغری بودہ و کثیر بن عباس بن عبد المطلب اورا تزویج
 نمود و زینب صغری را محمد بن عقیل کا بین بست و بعضی گفتہ اند کہ رقیہ صغری مادر شمس ام حبیبہ
 است و در اسلام بن عقیل بنکاح خویش در آورده بود و بقیہ اولاد آنحضرت از بیستم تا ہست

و ہفتم بدین ترتیب بشمار رفتہ: ام ہانی و ام الکرام و جمانہ مکثاۃ بام جعفر و امامہ و ام سلمہ و میمونہ و خدیجہ و فاطمہ رحمۃ اللہ علیہن، و بعضی اولاد ہائے آنحضرت تراسی و شش تن شمار کردہ اند: بیچہ تن ذکر و بیچہ نفرانات بزیرادتی عبد اللہ و عون کہ مادرش اسماء بنت عمیس مجودہ بر وایت ہشام بن محمد معروف باین کلمی و محمد اوسط کہ مادر او امامہ دختر زینب دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بودہ، و عثمان اصغر و جعفر اصغر و عباس اصغر و رملہ صغری و عمر اصغر و ام کلثوم صغری، و ابن شہرا شوب نقل کردہ کہ حضرت امیر المومنین را از حیماۃ دختر امیر القیس زوجہ آنحضرت دخترے بود کہ در ایام صبا و صغرسن از دنیا رفت و شیخ مفید فرمودہ کہ در میان مردم شیعی ذکر میشود کہ حضرت فاطمہ زہرا را فرزند می از حضرت امیر المومنین در شکم بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادرا محسن نام نہادہ بود و بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آن کو دک نار سید از شکم مبارکش ساقط شود،

مولف گوید، کہ مسعودی در مروج الذهب و ابن قتیبہ در معارف و نور الدین عباس موسوی شامی در از بارستان الناظرین محسن را در اولاد امیر المومنین علیہ السلام شمار کردہ اند و صاحب مجد می گفته کہ شیخ روایت کردہ بخبر محسن در فسہ را دمن یا فتم در بعض کتب اہل نسب ذکر محسن را و لکن ذکر نکردہ در فسہ را من جہت اہل عول علیہا و بالجملہ از پسران امیر المومنین علیہ السلام پنج نفر فرزند آوردند امام حسن و امام حسین علیہما السلام و محمد بن اسحاق و عباس و عمر الاکبر و از ذکر کردن مادران اولاد ہائے امیر المومنین اسامی جملہ از زوجات آنحضرت نیز معلوم شد، و گفته شد کہ مادامیکہ حضرت فاطمہ علیہا السلام در دنیا بود امیر المومنین زنی را بشکاح خود در نیاد و چنانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در زمان حیات خدیجہ زن دیگر اختیار نفرمود و بعد از آنکہ حضرت فاطمہ علیہا السلام از دنیا رعلت فرمود بنا بر وصیت آنحضرت امامہ دختر خواہر آن محذره را تزویج کرد و بردایتی تزویج امامہ از پس سہ شب گذشتہ از دنات حضرت فاطمہ علیہا السلام واقع شد و چوں امیر المومنین علیہ السلام شہید گشت چہار زن و بیچہ تن

ام ولد از آنجناب باقی مانده بود و اسامی این چهار زن چنین بشمار رفت: امامه و اسماء بنت عمیس و لیلی التیمییه دام البنین۔

جلد اول، تالیف جناب حاج شیخ عباس قمی س ۱۹۲۔

منتهی الامال ذکر عمر الاطرف بن امیر المؤمنین علی علیه السلام و اولاد او۔

عمر الاطرف کنیه اش ابو القاسم است و چو شرافتش از یک طرفت او را اطرف گویند اما عمر بن علی بن الحسین چون شرافتش از دو طرفت او را عمر اشراف گویند، مادرش صهباء ثعلبیه است و آن ام حبیب بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ است از سبی پیامبر و یزیدی از سبی خالد بن الولید است از عین التمر که امیر المؤمنین علیه السلام آنرا خرید و عمر با رقیه خواهرش توأم بدنیآ آمدند و او آخرین اولاد امیر المؤمنین است که بدنیآ آمد و او صاحب لسان و دارای فصاحت و جود و عفت بود۔ قال صاحب العمدة: و لا یصح رواية من روی ان عمر حضر کربلاء و کان اول من بايع عبد الله بن الزبير ثم بايع بعد الحجاج۔

فقیر گوید: در ذکر اولاد حضرت امام حسن علیه السلام بیاید که حجاج خواست عمر را با حسن بن حسن شریک سازد و در صدقات امیر المؤمنین علیه السلام و پسر نشد و فانی که در عمر و در بیخ بسن هفتاد و هفت یا هفتاد و پنج و اولاد و جماعت بسیارند در شهر بلخ متعدد و، همگی منتهی میشوند به پسرش محمد بن عمر از چهار ولد عبد الله بن عبید الله بن عمر و یاد این سه نفر خدیجه دختر امام زین العابدین علیه السلام است، بعضی او را مادرش ام ولد است۔

ص ۳۱۰
جمعیت خدام عزرا لکهنو کا چودھوال رسالہ سلسلہ سوانح عمری مسلم عقیدت

مولف، لسان الملک دالدین زبدۃ العلماء مولانا سید مہدی صاحب قبلہ لکهنوی

مطبع سرفراز قومی پریس لکهنو۔

شہادت حضرت رقیہ کبریٰ دام ہانی بنات حضرت علی المرتضیٰ رضی

ان صفتوں کی جھلک ان میں عنقوان شباب سے تھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کی قدر شناس نظروں نے ان کو دامادی کے لئے منتخب کیا اور زیادہ تر بی ہاشم میں آپس ہی میں شادیاں ہوتی تھیں ایک بھائی کی اولاد دوسرے بھائی کی شریک زندگی قرار پاتی تھی، مسلم کی شادی اپنی صاحبزادی رقیہ سے کر دی، اولاد امیر المومنین میں دوسرا صاحبزادہ کا نام رقیہ تھا، بڑی رقیہ کو بعض مورخین آپ کی بی بی صہبا خاتون کے بطن سے اور بعض ام حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ بن سبئی بن عبد بن علقمہ تغلیبیہ کے بطن سے بتاتے ہیں اور چھوٹی رقیہ کی ماں کا نام حالات میں موجود نہیں ہے۔

مسلم کے جہالہ نکاح میں رقیہ خاتون کا ہونا فریقین میں مسلم ہے اور وہ واقعہ کہ بلا میں موجود تھیں۔ فاضل شاعر رخصت علی اکبر کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ الفاظ میں کہتا ہے چچی بھی پھوپھی بھی تھی رقیہ زوجہ مسلم، پکاری آہ بھر کر دختر جید خدا حافظ ابوطالب عقبیل و حمزہ مسلم کو تمہیں سوپنا، محافظ ہو تمہاری جان کا بحضر خدا حافظ رقیہ حضرت عمر بن علی کی سگی بہن تھیں، پردیس میں رنڈا پلے کی مصیبت، اولاد کی شہادت ایسری کی زحمت اس خاتون کے وہ دل ہلا دینے والے مصائب ہیں جن پر تبصرہ کرنے میں قلم تھرتا ہے چونکہ وہ اولاد علی سے تھیں اس لئے ان کا امتحان بھی سخت تھا اور ایک وہ سخت وقت آیا کہ اس شاہزادی کو جان کے خوف سے مدینہ سے ہجرت کرنا پڑی کجا

۱۔ قاضی محمد صبغت اللہ بن محمد غوث حالات حضرت مسلم میں لکھتے ہیں، تزویج برقیہ بنت علی ر نور بعین ص ۲۹ تنقیح المقال جلد دوم ص ۲۱۷۔

۲۔ یہ کلام سرزاد نصیح علیہ الرحمۃ کا ہے، میرے نزدیک ان کی حیثیت ایک محقق کی ہے، برقی لامح کے حواشی ان کی تحقیق اور احتیاط کے گواہ ہیں۔

مدینہ اور کجا حد و ایران میں مملکت سے یہ وہی صوبہ ہے جو قتل حسین کے انعام میں سپر
سعد کو ملنے والا تھا۔ رقیہ اپنی بہن ام ہانی کے ساتھ جیسا کہ گذرا کسی مسجد میں پوشیدہ ہوئیں
اور یوسف دوانقی نے ان کو چشمہ کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ اگرچہ تاریخی حیثیت
سے اس روایت کے شواہد میرے سامنے نہیں ہیں۔ مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن علیؑ
اور ان کی طرف نسبت رکھنے والی ساری کائنات کو مٹا دینے پر تیار تھے کچھ بعید نہیں

رضیہ رقیہ کبریٰ

جناب رقیہ کبریٰ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کی صاحبزادی تھیں، آپ کی والدہ صاحبہ
بنت عباد بن ربیعہ الثعلبہ تھیں جو بارہویں صدی ہجری میں فتح ثنی و بشر کے بعد لڑائی
کے ایروں میں آئی تھیں، انہیں حضرت علیؑ نے خرید کر اپنی کینز بنالیا تھا پھر وہ ان
کی محبوب بیوی بن گئیں اور ام حبیب کہلائیں۔ انہیں کے بطن سے جناب عمر
بن علیؑ جنہیں عمر اللطیف بھی کہا جاتا ہے اور ایک بیٹی رقیہ بنت علی پیدا ہوئیں، عمر
بن علی پچاسی برس کے ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے، یہی رقیہ، رقیہ کبریٰ کہلائیں اور
جناب مسلم بن عقیل کی زوجیت میں آئیں۔

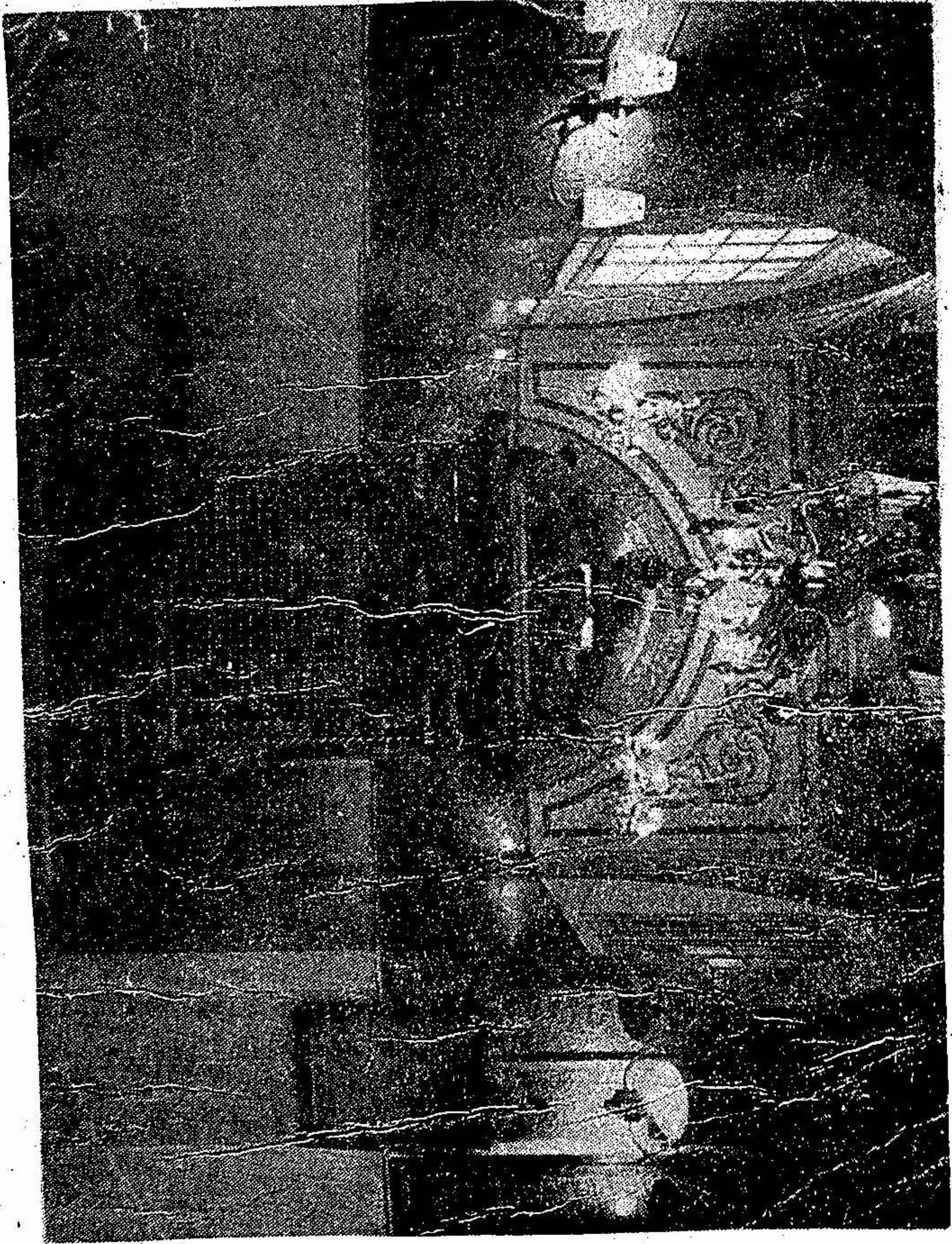
کتاب تحفۃ الزائرین کے ص ۳۷ پر الحاج ملک صادق علی عرفانی لکھتے ہیں۔ کہ
زند ان شام کے متصل ایک بڑے حجرے میں جناب رقیہ کا روضہ ہے۔

۱۔ "تشریح الانصاب" تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۸۲ تا ۳۹۷۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۵۴

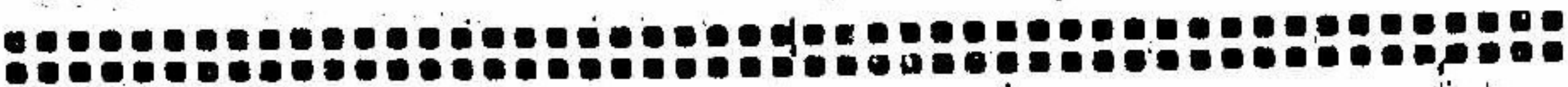
تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۵۵۲، تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۸۷، مولفہ عبدالرحمن امرتسری

اسلام کے چار عظیم عبرتیں ص ۸۰ مولفہ حفیظ اللہ خاں منظر اور سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیل

مولفہ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی۔



مشهد سیدہ رقیہ کبریٰ بنت علی المرتضیٰ
 زوجہ جناب مسلم بن عقیل (در دمشق - شام)



حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا، عماد الدین حسین اصفہانی
 (عمادزادہ) تہران (ایران) م ۲۶۱۳۲۵۹

شہر تاریخی دمشق دارای ابنیہ تاریخی و موزہ ہای عالی مانند قصر العظیم - موزہ عمومی
 آرام گاہ و مزار حضرت رقیہ، ام کلثوم، حضرت سکینہ، مسجد جامع اموی، مشہد رأس حسین
 مسجد جامع و سایر ابنیہ مہم کہ تاریخ آن از ۴۰۰ سال میگذرد میباشد،

گشت از مرگ جگر گوشہ شاہ تا بد روی شب شام سیاه

مقبورہ و مزار یکے از آثار تاریخی شہر شام - آرام گاہ و قبہ و مزار حضرت رقیہ
 حضرت رقیہ است این مزار معروف بر قبہ دختر حضرت سید الشہداء میباشد
 کہ بین سہ و چہار سال داشت این دختر در نامش اختلاف است و ماہم ہنوز مطمئن نیستیم
 کہ دختر خود سید الشہداء باشد زیرا در کتاب آنحضرت نوشتیم کہ بدوں تردید دو دختر امام
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ داشتہ یکے حضرت سکینہ و یکے ہم فاطمہ بودہ است و اگر
 این دختر از خود امام بودہ مادرش معلوم نیست،

ترجمہ ما تاریخی شہر دمشق جس کے تاریخی مکان اور بلند و بالا مندر لیں ہیں، مثلاً
 قصر العظم، موزہ عمومی، آرام گاہ و مزار حضرت رقیہ - ام کلثوم، حضرت سکینہ، جامع مسجد
 اموی - مسجد رأس حسین، جامع و سایر ابنیہ جس پر تقریباً ۴۰۰ سال گذر گئے ہیں۔

شام شہر کے تاریخی آثار میں سے ایک تاریخی مقام حضرت رقیہ کی آرام گاہ اور قبہ ہے اور
 اسی کے متعلق مشہور ہے کہ یہ دختر سید الشہداء کی دختر رقیہ کا مزار ہے جو کہ تین یا چار سال کی تھی
 اس دختر کے نام میں اختلاف ہے اور آج تک اطمینان نہیں ہوا کہ یہ دختر سید الشہداء ہی ہے
 کیونکہ ایک کتاب میں یہ درج ہے جس کی تردید نہیں کی گئی کہ امام حسین کی دو لڑکیاں تھیں
 ایک حضرت سکینہ - دوسری فاطمہ اور اگر یہ دختر بھی امام عالی مقام کی ہیں تو اس کی
 ماں معلوم نہیں۔

آرام گاہ حضرت رقیہ یک صحن کو چمک و پر صفائی دارد کفش کن سجدی و یک پلہ بالا تر فریح و صدوقی کہ دل ہرزائی را از جای میکند و این مزار عمومی دختر سید الشہداء مسجد دایر مردم شام است با آنکہ پشت مسجد بزرگ اموی قرار دارد ہمہ مردم مسلمان بیشتر نماز خود را در این مسجد مجاور قبہ و مزار حضرت رقیہ میگذارند و غریب کو دک نہادند چراغ برقی و فرش و بارگاہی متناسب خود دارد و این قبہ و بارگاہ وسیعہ برائے ہدایت و ارشاد مردم جہان بقیام سید الشہداء برائے تکامل عقلانی است ہر شب جمعہ مخصوصاً مردم در آنجا جمع میشوند در وضع و موعظہ و قرأت قرآن نمودہ صدقات و نفقات میدہند۔

نوٹ، مندرجہ بالا بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ رقیہ حضرت حسین کی بیٹی تھی اور اس اختلاف کا ذکر بھی ہے کہ آج تک اطمینان نہیں ہوا کہ یہ سید الشہداء کی دختر ہے۔

اس کے بعد ہم کتاب "منہی الامال" جلد اول کا صفحہ نمبر ۲۶۳ پیش کرتے ہیں جس میں اولاد حضرت امام حسین کا ذکر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ رقیہ نامی کوئی بیٹی آپ کی نہیں تھی اور یہی ماننا پڑے گا کہ دمشق (شام) میں جو عظیم الشان مزار سیدہ رقیہ کا ہے وہ جناب سیدہ رقیہ کبریٰ بنت حضرت علی المرتضیٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیل کا ہے۔

مؤلف شیخ عباس قمی، ج ۱، ص ۲۶۳۔

منہی الامال، در بیان اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام

شیخ میفندہ فرمودہ کہ آنحضرت را شش فرزند بود چہار تن از ایشان پسران بودند۔

- ۱۔ علی بن حسین اکبر و کنیت او ابو محمد است و مادرش شاہ زنان دختر کسری یزدجرد است
- ۲۔ علی بن حسین الاصغر معروف بعلی اکبر کہ در کربلا با پدرش شہید شد بشرحی کہ ذکر شد و مادرش لیلیٰ دختر ابو مرہ بن عردہ بن مسعود ثقفیہ است۔

۳۔ بعض بن حسین است و مادر او زنی از قبیلہ قضاعہ است و او در حیات پدر وفات یافت و اولاد ہی نہ داشت۔

۱۴۱۱ عبد اللہ و او نیز در کربلا در کنار پدر بزرگم تیری شہید گشت چنانکہ گذشت .
 اما دختران بیکے سکیئہ است کہ مادر او در باب دختر امرار القیس است . و این باب
 نیز مادر عبد اللہ بن الحسین است و دختر دیگر فاطمہ نام داشت و مادر او ام اسحاق و دختر طلحہ
 بن عبید اللہ شہیدہ است انتہی .

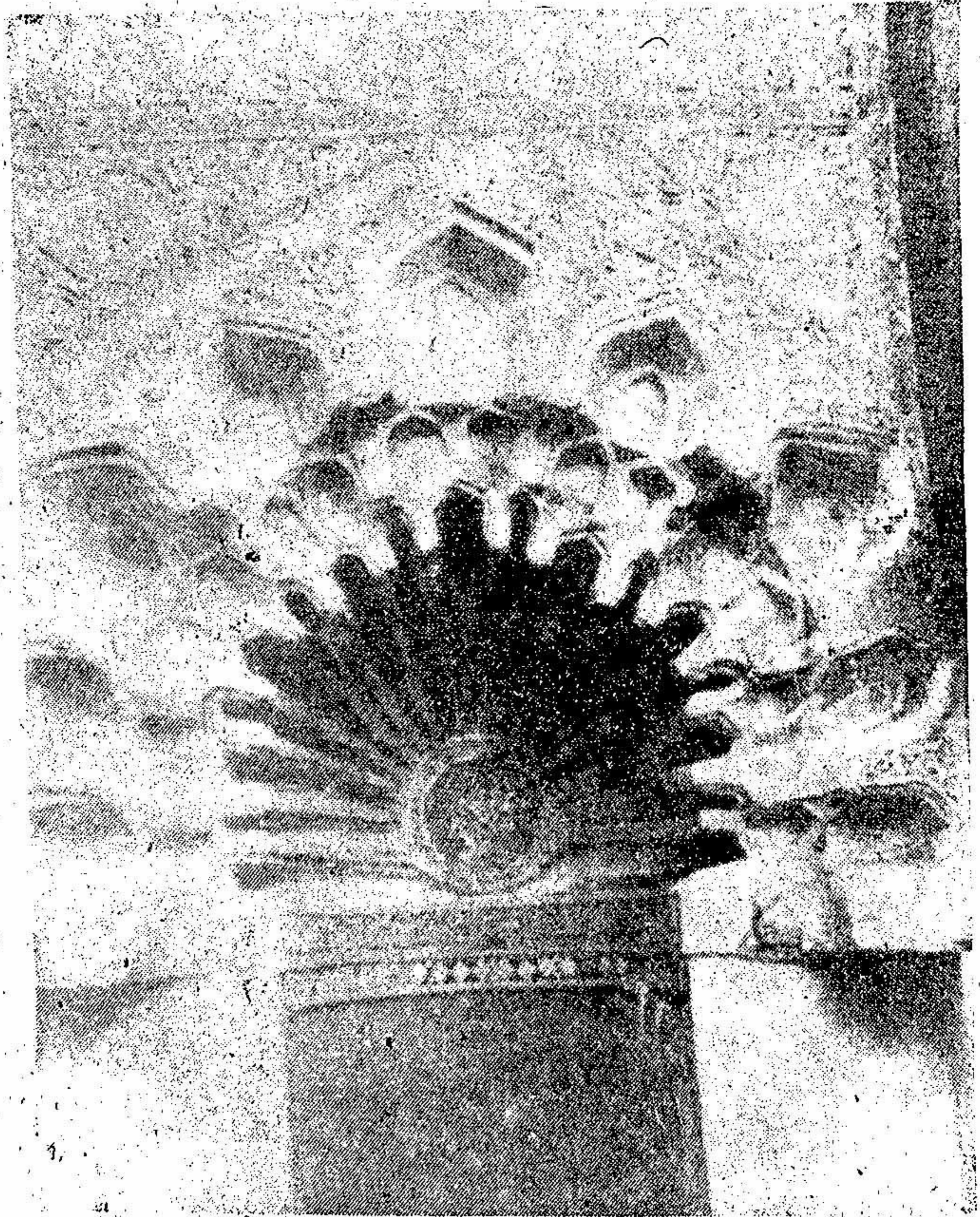
و مختار شیخ مفید را جمعی دیگر نیز اختیار کرده اند ، لکن سید سجاد را علی اوسط تعبیر
 کرده اند و علی بن الحسین شہید را علی اکبر و ابن خشاب و ابن شہر اشوب پس آن آنحضرت را
 شش تن شمار کرده اند بز یادتی محمد و علی اصغر ، و برد و دختر آنحضرت زینب را نیز افزو
 ده اند کہ مجموع نہ تن بشمار میرود .

و شیخ علی بن عیسی الاربلی در کشف الغمۃ از کمال الدین بن طلحہ اولاد آنجناب را ده تن
 شمار کرده است نہ تن اورا اسم برده مثل ابن شہر اشوب و دختر چہارم را نام
 برده ، بہر حال بیان شہادت و دلپسیران آنحضرت در طفت در سابق بشرح رفت
 و حال حضرت سید سجاد علیہ السلام بعد از این بیاید انشاء اللہ تعالی ، و اما آنکہ آنحضرت
 بزرگتر از علی اکبر بوده چنانچہ شیخ مفید فرمودہ یا آنکہ کو چکتر بوده چنانچہ ابن ادریس
 جمعی از اہل تاریخ بدان اعتقاد دارند .

مشہد سید رقیہ صغری

حضرت علی المرتضیٰ کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ صغری جن کے شوہر جناب
 عبد الرحمن بن عقیل تھے اور جو ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے تھیں
 ان کا ذکر کتاب تذکرۃ الخواتین مؤلفہ مرزا مہدی شیرازی میں یوں لکھا ہے کہ
 شیخ حسن العدوی میگوید در مصر البنات زہرا غیر از سیدہ رقیہ و خواہرا و

بشکرہ "انسائیکلو پیڈیا آف اسلام"
جلد ۱۵ زیر عنوان فن تعمیر مصر
مطبوعہ : دانش گاہ پنجاب پاکستان



مشہد سیدہ رقیہ صغریٰ بنت علی المرتضیٰ
زوجہ جناب عبدالرحمن بن عقیل (در مصر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فون نمبر: ۳۱۳۸۴۱/۵۳۳۵۳

آردو دائرۃ معارف اسلامیہ



ڈاکٹر سید عبداللہ

ایم اے، ایم او ایل، ڈی لٹ

پروفیسر ایمریٹس

رکن اساسی، اکادمی ادبیات پاکستان

صدر، شعبہ آردو دائرۃ معارف اسلامیہ

ووشر ہال
شعبہ یونیورسٹی (شارع قائد اعظم)

لاہور

۱۹۸۳ء

نمبر

مکرمی و محترمی! السلام علیکم۔

آپ کا خط مورخہ ۲۲ - جنوری ۱۹۸۳ء موصول ہوا، شکریہ۔

آپ نے حضرت علیؑ کی بہنی حضرت رقیہؑ صغریٰ کے ہزار جو مسر میں ہے

کی تصویر جو اردو دائرۃ معارف اسلامیہ نمبر ۱۵ میں چھپی ہے اسے کو اپنی کتاب

"ہی ہی پاکستان کون ہیں اور کہاں سے آئیں ہیں" چھاپنے کی اجازت طلب

کی ہے۔ آپ یہ تصویر چھاپ سکتے ہیں آپ کو اجازت ہے۔ والسلام۔

مخلص۔

بخدمت شریف

(سید عبداللہ)

جناب حفیظ اللہ خان منظر صاحب،

۶/۲۶ - ہی ہی پاکستان،

لاہور۔

حضرت زینب کسی مدفن نیست، خلاصہ حجت در مصر باسم این دو خواہر علیہا صلوات اللہ
الملك الاكبر یباشد کہ زیارت گاہ است۔

السائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۵۱ (۱) زیر عنوان فن تعمیر مصر، مطبوعہ دانش گاہ

پنجاب لاہور میں ص ۷۲۹ میں یوں ذکر ہے کہ

۵۲۶ء میں سیدہ رقیہ کا چھوٹا سا خوبصورت مشہد تعمیر ہوا یہ اپنی اعلیٰ درجے
کی گچ کی محراب کے لئے مشہور ہے جس پر گھونگھٹ بنا ہوا ہے تصویر ۶-ب،
اب تک گنبد سہارے کی ڈاٹوں پر قائم کئے جاتے تھے، لیکن یہاں ایک قدم آگے
بڑھایا گیا ہے۔ اسے طاق مقرر کئے ہیں کیونکہ سہارے کی ڈاٹ گوشے میں تبدیل
کر دی گئی ہے دونوں طرف دو طاقے ہیں جن کے اوپر ایک اور طاقہ بنایا گیا ہے
ر تصویر ۱۱-الف، سہ رُخے ردشندان مثلثی کردوں ہی کے انداز پر قائم کئے گئے
ہیں، جس سے بالائی طاقے اور درپچوں کے بالائی حصے کے درمیان بمشکل تھوڑا سا
فاصلہ رہ جاتا ہے۔

سیدہ رقیہ صغریٰ بنت حضرت علیؑ کی زیارت گاہ (در مصر) کی دو تصاویر مذکورہ بالا
کتاب میں ۶-ب اور ۱۱-الف موجود ہیں۔

نقوش لاہور ۳۶۲ء کالہور
نقوش لاہور نمبر صفحہ ۲۹: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر

یہ سادہ اور مستند تاریخ ہے جو شہر لاہور، اس کے نام اور اس کی تاریخ کے
متعلق مجھے دستیاب ہوئی ہے اور میں نے اسے من و عن درج کر دیا ہے، اس پر غور

یہ سفر گذشتہ سے آگے: شیخ حسن الحدادی کی یہ بات غلط ہے کہ زینب درقیہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی
بیٹیاں تھیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ زینب الصغریٰ اور رقیہ صغریٰ تو جناب علیؑ کی زوجہ ام سیدہ بنت عروہ بن مسعود

کے بطن سے تھیں۔ (حفظ اللہ خاں منظر)

کرنے سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

- (۱) لاہور کا اولین ذکر ۳۶۲ھ / ۹۸۲ء میں کتاب حدود العالم میں ملتا ہے اس سے پہلے کسی مؤرخ، جغرافیہ دان یا سیاح نے لاہور کا ذکر نہیں کیا۔
- (۲) لاہور کے نام کی مختلف شکلیں مختلف مصنفوں کے ہاں ملتی ہیں اور ان کی یہ فہرست بنتی ہے۔

لاہور

لوہاوز

لوہور

ہانور

ہاؤور

ہادور

لاہور

ہاڈور

لانہور

ہادار

لاہور

- (۳) مشہور، مندکوری یا مندکور کا شہر صوبہ لاہور کا دار الخلافہ تھا لیکن یہ شہر لاہور سے الگ تھا۔
- (۴) ۳۶۲ھ / ۹۸۲ء میں لاہور پر حاکم ملتان کا نمائندہ حکومت کرتا تھا اور ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء میں لاہور ملتان کے توابع میں تھا۔ یعنی اس وقت تک لاہور کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی۔

- (۵) کم از کم ۳۶۲ھ / ۹۸۲ء تک اس شہر میں کوئی مسلمان موجود نہ تھا اور یہاں صرف

ہندو آباد تھے؛

(۶) کوئی ایسی معاصر شہادت موجود نہیں جس سے حتمی طور پر یہ معلوم ہو سکے کہ فلاں آری نے اسے فلاں موقع پر فلاں تاریخ کو آباد کیا تھا۔ روایت اس کی تاسیس کو مختلف ناموں سے منسوب کرتی ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(الف) راجہ پرکھیت جو پانڈوؤں کی اولاد میں تھا۔

(ب) لوہار چند جو راجہ دیپ چند کا بھتیجا تھا۔

جیسے کہ ابھی بیان کیا گیا ہے یہ لاہور کے عہد اسلامی کی وہ تاریخ ہے جس کا سراغ کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ تاریخ نہ تو شہر کی معین تاریخ تاسیس تک راہنمائی کرتی ہے نہ اس کے مؤسس تک۔ لاہور ذمہ نریں صدی عیسوی کے ادانہ میں تاریخی کتابوں میں نمودار ہوتا ہے اور یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ اس سے پیشتر کے تاریخی شواہد ہمیں نہیں ملتے اس لئے ہمیں ان قیاسات کو بھی زیر بحث لانا پڑتا ہے جو شہر کے نام اور تاریخ تاسیس کے متعلق کئے گئے ہیں۔ تفصیل کیلئے نقوش کالاہور نمبر ملاحظہ فرمائیے۔

دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نمبر ۱۱، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام،

پنجاب یونیورسٹی نے مذکورہ بالا کتاب میں "لاہور" کے بارے میں بڑی

تفصیل سے لکھا ہے کہ

لاہور، تاریخ اور وجہ تسمیہ، لاہور کی قدیم تاریخ پر قیاسات روایات اور حکایات

کا غبار کچھ اس طرح چھایا ہوا ہے کہ کوشش کے باوجود قطعی طور پر یہ معلوم کرنا ممکن نہیں کہ اس شہر کا موجودہ نام (لاہور) کب اور کیسے رکھا گیا۔

اسلامی دور کے معروف تاریخی ماخذ میں لاہور کا ذکر سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری کی

ایک عربی تالیف حدود العالم (ترجمہ انگریزی منورسکی طبع لندن، ۱۹۳۰ء، ص ۱۹) میں ملتا ہے

ہن کے مسنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا تصنیف ۳۶۲ھ/۹۸۲ء اس کتاب میں لاہور

کا ذکر یوں درج ہے۔

لہور شہر کے متعدد اضلاع ہیں اور اس کا حاکم امیر ملتان کا نائب ہے، اس میں بازار اور بہت خانے ہیں۔ اس میں چلوغوزہ، بادام اور ناریل کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں یہاں کے لوگ سب بہت پرست ہیں اور مسلمان ایک بھی نہیں“ گویا دسویں صدی کے اواخر تک یہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ (تفصیل کے لئے مذکورہ بالا جلد ملاحظہ فرمائیں)

احقر یہ ہیں کون؟

دیوان قلندر شاہ لاہوری مطبوعہ ۱۹۵۰ء / ۱۳۶۹ھ لاہور (اشجاد پریس)

جناب محمد شجاع الدین ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور درج بالا کتاب کے پیش لفظ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

حضرت سید احمد توختہ ترمذی

سلطان قطب الدین ایبک کے دور میں ایک مرقاض زاہد اور شب زندہ دار عابد لاہور میں اقامت گزیرے تھے۔ نام آپ کا سید احمد توختہ ترمذی تھا۔ آپ کی خانقاہ میں سالکان راہ تصوف روحانی منازل کے طے کرنے کے لئے دور دور سے آیا کرتے تھے ربی بیان پاکدامن جن کے مزارات ایمپرس روڈ لاہور کے متصل زیارت گاہ انام ہیں بہ بردایت صحیحہ آپ ہی کی صاحبزادیاں تھیں۔

مصنفہ :- رائے بہادر کنہیا لال

مطبع :- دکتوریہ پریس لاہور

تاریخ لاہور

مگر جو مصنف حدیقۃ الاولیاء بہ حوالہ تذکرہ حاکم کہتا ہے دعوات قرین قیاس ہے۔ کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک شخص سید خداپرست عابد و زاہد ولی اللہ سید احمد توختہ نام لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ اس کے گھر چھوڑ کیاں بی بی حاج بی بی تاج

بی بی نور بی بی خور بی بی گوہر اور بی بی شہباز تھیں اور وہ چھٹیوں تارک الدنیا مجرد عابد و زاہد تھیں۔ ۱۲۰۲ء میں سید احمد مرگیا، لاہور کے اندر محلہ چلہ بیپیاں میں مدفون ہوا اور اب تک اس کی قبر موجود ہے پہلے اس کی قبر پر بڑا مقبرہ تھا۔ جب سنگ مرمر اس کا مہاراجہ نے بنوایا تو مقبرہ گر گیا اور اس کے گرد نواح کے قبرستان کو مسمار کر کے غلام محی الدین شاہ پیر زادہ نے اپنی حویلی بنالی اور وہ قبر اب ایک طویلہ کے اندر چتر بنی ہوئی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی لڑکیاں لاہور کے حصار سے باہر جا کر قیام پذیر ہوئیں۔ اور لوگوں سے الگ بہ عبادت حق مصروف ہوئیں۔ آخر جب ۱۱۵۰ھ میں کفار مغل نے بہ تعائب سلطان جلال الدین خوارزمی کے پنجاب پر لشکر کشی کی اور لاہور رعایا بہ جرم مقابلہ مجادلہ کے قتل ہوئی تو یہ بی بی بیاں بھی کہ مستورہ و مخدومہ تھیں، نہایت گھبراہٹ میں کہ اب نامحرم لوگ آکر ہم کو بے پردہ کریں گے اور سب نے مل کر دست و پاؤں کے حضور اٹھائے اور کہا کہ یا الہی ہم کو زمین کا پیوند کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زمین جا سجاسے پھٹ گئی اور وہ چھٹیوں بی بی بیاں مع اپنی خادمہ عورتوں بی بی تنوری وغیرہ کے زمین میں سما گئیں۔ اور ان کی اوڑھنیوں کے پلے ذرا ذرا سے زمین سے باہر رہ گئے تھے۔ جن پر بعد امن چہن لوگوں نے قبریں بنا دیں۔

مصنفہ: منشی محمد دین فوق
 تذکرہ علمائے لاہور
 مطبع - سٹیٹ پریس لاہور
 ۱۳۳۸ھ
 ۱۹۴۰ء

مولوی غلام دستگیر نامی نے جو محلہ چلہ بی بی بیاں میں رہتے ہیں، تاریخی واقعات سے سطور بالا و تحقیقات حشری کی کہانی، کی تردید کی ہے۔ چنانچہ راقم الحروف کے پاس آپ نے جو مضمون بھیجا ہے، اس میں لکھا ہے کہ (۱) جو نام..... تحقیقات حشری وغیرہ میں حضرت عقیل کی بیٹیوں کے لکھے ہیں، ان میں سے کوئی نام آپ کی کسی بیٹی کا نہ تھا اور آخری دو نام گوہر و شہباز تو اہل عرب کے ہیں ہی نہیں۔ (۲) یہ بات بھی ناممکن ہے کہ ان بیٹیوں کو سوائے

لاہور کے جو اس زمانہ میں تمام غیر مسلموں سے آباد تھا۔ کوئی جائے پناہ نظر ہی نہ آئی۔
 (۱۳) بنی امیہ کو مستورات سے کچھ تعرض نہ تھا اور شوہ خاندان حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہم کی
 ایذا رسانی کے درپے تھے (۱۴) ہندوستان میں آنے کی نسبت وہ مدینہ کی طرف باسانی
 جاسکتی تھیں اور محفوظ رہ سکتی تھیں۔

پھر آخر کون ہیں (صاحب مزارات بی بی پاکدامن) اس کے متعلق نامی صاحب
 لکھتے ہیں کہ یہ بی بی بیباں حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں تھیں جو چھٹی صدی
 ہجری کے آخری حصہ میں اپنے وطن سے کچھ مکران آئے اور پھر لاہور آئے اور یہیں ان
 کا انتقال ہوا۔ ان کی بیٹیاں بڑی عابدہ و زاہدہ اور علم دین میں کمال درجہ رکھتی تھیں
 ۶۱۴ھ میں چنگیز خانی لشکر جلال الدین خوارزمی کے تعاقب میں تاخت کرتا ہوا لاہور
 پہنچا تو اسے بھی تاراج کیا۔ بیبیوں نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ ہمیں نامحرموں کی دست
 برد سے محفوظ رکھ پنا پنجم زمین نے انہیں اپنے اندر چھپایا۔

۱۵ تاریخ کی تمام کتابوں میں دمشق سے مدینہ جانے کا احوال تا فلاہل بیت رضاحت سے درج ہے
 جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔
 (حفیظ اللہ خاں منتظر)

ماثر لاہور (باغات و مزارات)

مؤلفہ منشی محمد دین فوق۔ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی۔ نقوش کالاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء

عنوان :- بی بی پاک دامن

بی بی پاک دامن کا ذکر تحقیقات چشتی کے حوالہ سے راقم نے تصنیف یاد رکھا ہے۔

میں تفصیل سے لکھا تھا۔ اس وقت تک سب کا یہی خیال تھا کہ ان بیبیوں میں جن کی تعداد

چھ بتائی جاتی ہے۔ ایک بی بی حاج نام حضرت علی کی بیٹی تھی اور پانچ بیبیاں ان کے بھائی

حضرت عقیل کی صاحبزادیاں تھیں جو واقعہ کربلا کے بعد اپنی جائیں بچا کر لاہور آگئیں اور

لاہور میں چونکہ اس زمانہ میں ہندو راجگان کی حکومت تھی اس لئے وہ ان کے خوف

سے دعا کر کے زمین میں سما گئیں۔ راقم نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں صاحب تحقیقات

کو ناقابل یقین سمجھ کر اس پر شبہ ظاہر کر دیا تھا۔ اب مزید تفصیلی حالات مندرجہ تاریخ جلیل

سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بیبیوں میں جن کے نام تاج حاج، عورت اور گوبر اور شہباز تھے نہ

کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھی نہ حضرت عقیل کی اور اس کی وجہ یہ ہے

کہ واقعہ کربلا کے وقت جب لاہور میں کوئی مسلمان ہی نہ تھا۔ تو ان کو اپنے وطن سے

ہزار ہا میل دور یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ عورتیں اپنی تنہائی اور بے کسی

کے عالم میں اتنی دور صحیح سلامت کس طرح پہنچ سکتی تھیں وہ لاہور کی نسبت کوفہ

شام یا صربین شریفین میں جا کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھیں۔ جو کربلا سے نزدیک تر مقامات

تھے۔ لاہور میں تو ان کی کوئی زبان بھی نہ جانتا تھا پھر تاج۔ گوبر اور شہباز وغیرہ نہ کوئی عربی نام

ہیں۔ اس زمانہ کے عربوں میں یہ نام مروج نہ تھے۔

ضمیمہ ، خاندان نامیہ کار سالہ نمبر ۱۶

بی بیان پاکدامن کے نسب و اولاد کی تاریخ کے متعلق تحقیق

از قلم : پیر غلام دستگیر نامی اولاد سید حاج بنت حضرت سید احمد توختہ ترمذی
تاریخ طباعت : شہان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض حال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔
شہر لاہور کے جنوب مشرق کی طرف قلعہ گوجر سنگھ (اب سے ۲۰۹ سال پیشتر) کا آباد
کردہ ہے۔ اس کے اور ایمپریس روڈ کے مشرق کی جانب ایک مشہور مزار بنام خانقاہ
بی بیان پاکدامن واقع ہے۔ جن بی بیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ وہ معتبر تاریخی نوشتوں
کے مطابق حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں ہیں۔ سید صاحب کا مزار اندرون
دروازہ اکبری متصل چوک نواب صاحب محلہ بی بیان میں ہے۔ یہ چلہ خانہ (انہی بی بیان
پاکدامن کا) جانب جنوب مزار سید صاحب موصوف۔ زیر حصہ مکان جدہ مادری خواجہ
محمد اقبال بی اے وکیل و برادرانش واقع ہے۔ یہاں لوگ فاتحہ پڑھتے اور عقیدت سے
چراغ روشن کرتے ہیں۔ اس چلہ خانہ کے نام پر محلہ موسوم ہے اور اس کے غلط نام چھیل
بی بیان یا چھیل بی بیان کی میں نے ہی میونسپل کمیٹی لاہور سے برہنائے اذکار قلندری تصحیح
کرائی تھی۔ سید صاحب کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے امام زین العابدینؑ سے
اس طرح ملتا ہے۔

(۱) حسب شجرہ نسب سند سید اطہر حسن صاحب زاہدی ترمذی بی اے مدیر روزنامہ زیندار لاہور سید احمد توختہ ترمذی بن علی کاکی بن حسین ثانی بن محمد بخش بن حسین حمیض بن موسیٰ حمیض بن علی سجاد بن حسین اصغر بن امام زین العابدین۔

(۲) حسب شجرہ مندرجہ و متذکرہ حمیدیہ سید احمد توختہ ترمذی ابن علی ترمذی بن حسین ثانی بن محمد فی بن شاہ ناصر ترمذی بن موسیٰ حسین بن سید بن علی اصغر بن زین العابدین۔

(۳) حسب شجرہ نزد سید منور علی شاہ صاحب ترمذی مکاندار مسلم گنج مزنگ لاہور سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی کاکی بن سید حسین ثانی بن سید محمد مدنی بن سید حسن حمیض عرف ناصر ترمذی بن موسیٰ حمیض بن علی سجاد حسین بن حسین اصغر بن امام زین العابدین۔

کوٹلی لوہاراں کے ایک صاحب مزار پر شجرہ لے کر آئے تھے۔ جو نو اماموں کے واسطے سے امام حسین سے ملتا تھا عندا للتحقیق غلط ثابت ہوا۔

سید احمد توختہ ترمذی کا مزار مسکن نامی کے جانب مشرق واقع ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہمارے بزرگوں کی تولیت میں رہا ہے اور ۱۳۲۹ھ سے میری تولیت میں ہے۔ ۱۹۱۴ء میں خاکسار کی کوشش سے اس کا پلستر اور فرش بندی ہوئی اور نیا دروازہ تعمیر ہوا۔ جس پر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے حجرہ غربی اور جنوبی حصہ پر ایک منزل ڈالی جو بطور کتب خانہ اور دارالمطالعہ خاکسار کے مستعمل ہے مزار کے باہر زیر سقف شاگرد لڑکیاں قرآن شریف پڑھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بزرگ کے مزار میں شاد آباد کر کے بزرگوں کے نیک نام زندہ رکھنے کی توفیق دے کر میری اولاد اور مال میں برکت عطا کر رکھی ہے۔

الحمد للہ علی ذاک۔

بی بی پاکدامن کے نسب کے متعلق جدید تاریخوں میں بہت اختلاف ہے کیونکہ

یہ ان پڑھ مجاوروں کے بیان پر مرتب کی گئی ہیں۔ میں نے حقیقت عالی پر روشنی ڈالنے کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے تاکہ لوگ ان اشخاص کے دھوکے کا شکار نہ ہوں۔ جو واقعہ کربلا

سے ان بیبیوں کا تعلق بتلا کر ان کے مزارات پر مجلس قائم کر پا کر کے اس متبرک جگہ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیبیاں اس سانحہ سے قریباً پانچ سو برس بعد پیدا ہوئیں۔ امید ہے کہ ناظرین غور سے اس رسالہ کا مطالعہ کریں گے۔

کتاب العارف میں جس کے مؤلف علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ
تنبیہ | الکاتب الدنیوری ۲۷۲ھ میں فوت ہوئے (امام زین العابدین [ؑ])
 علی کے صرف چار بیٹے ازبطن ام عبداللہ بنت امام حسن بن علی لکھتے ہیں۔

(۱) حسن (۲) محمد (۳) علی المطلب افطن (۴) عبداللہ۔ علاوہ ازیں (۵) عمر اور (۶) زید
 شہید بھی ان کے بیٹے تھے۔ جن کی ماں میدان سندھ کی رہنے والی (لوندھی) تھی۔ پس معلوم
 ہوا کہ سید احمد توختہ ترمذی علی افطن بن علی المطلب زین العابدین کی اولاد سے ہیں جیسا کہ
 تذکرہ حمید یہ میں مسطور ہے۔ حسین امام زین العابدین کے کسی بیٹے کا نام نہ تھا۔ شیعوں کی
 تاریخ الائمہ سے بھی یہی ثابت ہے۔

تحقیقات چشتی میں لکھا ہے کہ ان
بی بیان پاکدامن کے متعلق غلط بیان | چھ بیبیوں میں ایک تورقیہ المشہور

بی بی حاج عباس علمدار بن علی المرتضیٰ کی بہن تھی اور پانچ حضرت عقیل برادر حضرت علی [ؑ]
 کی صاحبزادیاں ان کے نام تاج۔ حور۔ نور۔ گوہر اور شہباز تھے۔ حاج امام مسلم کی زوجہ تھی
 اور باقی پانچ ہمیشہ گمان یہ چھ بیبیاں امام حسین کے ہمراہ کربلا سے آئیں۔ مگر محرم
 کی نویں تاریخ کو امام حسن [ؑ] نے حضرت علی [ؑ] کے باطنی ایما پر انہیں ہندوستان کی طرف
 روانہ کر دیا اور وہاں قیام پذیر ہوئیں۔ جہاں اب ان کی خانقاہ ہے ان کے ورور پر راجہ

(۱) حضرت عباس کے صرف ۲ بھائی تھے جعفر اور عبداللہ بن کوئی نہ تھی۔ (نامی)

(۲) مسلم کی کسی سگی یا سوزیلی بہن کے یہ نام نہ تھے۔ (نامی)

بر ماتری یا مہارن کے لشکر سے سرد اور بت اوندھے ہو گئے۔ راجہ حیران ہوا۔ اپنے
 ولی عہد بکر ماسہائے کو بھیجا کہ بیلیوں کو پکڑ لائے مگر وہ ان کی توجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑا
 اور ہوش میں آکر مشرف باسلام ہو گیا۔ اس واقعہ پر ہنود میں شورش پیدا ہو گئی۔ جس نے بلوے
 کی صورت اختیار کر لی۔ بی بیاء خائف ہوئیں۔ اللہ سے دعا مانی کہ ہمیں نامحرموں کی دست برد
 سے بچالے۔ چنانچہ زمین شق ہوئی اور وہ زمین میں سما گئیں۔ پیوند خاک ہونے سے پہلے انہوں
 نے اپنے سات سو چار ساتھیوں سے جو ولی اللہ حافظ قرآن اور بزرگ تھے فرمایا کہ اپنے
 اپنے وطنوں کو چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اتباعاً حکم چلے گئے۔ صرف چار حافظہ رکھے جو ساتھ ہی
 پیوند خاک ہوئے راجہ کے نو مسلم بیٹے کا نام عبداللہ یا جمال رکھا گیا۔ چنانچہ موجودہ مجاور اسی
 کی اولاد سے ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں۔ حدیقتہ الاولیاء میں ان بیلیوں کے متعلق مضمون
 حسب ذیل ہے۔

خاندان اہل بیت سے یہ بیلیاں عقیل بن علی (عقیل حضرت علیؑ کے کسی لڑکے کا نام نہ
 تھا۔ ہاں بھائی کا نام ضرور تھا) نامی کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ واقعہ کربلا کے وقت یہ شام میں
 تھیں۔ امام حسینؑ کی آمد سن کر یہ کربلا میں آئیں۔ مگر ان کے آنے سے پہلے خاتمہ ہو چکا تھا اس
 واسطے یہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہ خوف خاندان امیر روانہ ہوئیں اور لاہور کے باہر آ کر
 قیام کیا۔ بہت ان کے قدم کی برکت سے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ خبر جب مسیحی بادشاہ
 لاہور کو پہنچی۔ اس نے اکثر اپنے دربار کے امیر ان کی خدمت میں بھیجے اور کہہ کر بھیجا کہ یہاں
 سے چلی جائیں۔ مگر جو شخص جاتا۔ وہاں ہی مشرف باسلام ہو کر رہ جاتا۔ آخر راجہ کا بیٹا گجاس نے
 بھی اسلام کا خلعت پہن لیا۔ راجہ نے جب یہ حال سنا۔ کمال غضب ناک ہوا اور لشکر کے ساتھ
 ان کے قتل پر آمادہ ہوا۔ جب نزدیک پہنچا تو بیلیوں نے خدا کی جناب میں عرض کی کہ ہم
 کو نامحرموں کی نظر سے بچالے اور پیوند زمین کر لے۔ چنانچہ سب بیلیاں معہ خدام کے پیوند
 زمین ہو گئیں۔ صرف اوڑھنیوں کے پتو قبروں کے نشان کے لئے باہر رہ گئے راجہ کا بیٹا جس کا

نام بعد مسلمان ہونے کے جمال رکھا گیا تھا سلامت رہا۔ راجہ اس کو ساٹھ لے گیا اور چاہا کہ وہ اپنے قدیم دین کی طرف غور کر لے۔ اس نے نہ مانا اور حضرات کی مزار پر مجاور ہو بیٹھا یہ تمام روایت لوگوں کی زبانی ہے اور کتاب تحفۃ الاولیاء میں بھی یہی مضمون لکھا دیکھا ہے۔

مفتی غلام سرور صاحب
مندرجہ بالا بیان کر کے

اس مضمون پر خود صاحب حدیقۃ الاولیاء کا تبصرہ

لکھتے ہیں کہ قیاس نہیں چاہتا کہ واقعہ کربلا کے وقت یہ عرب ہند میں آئی ہوں۔ مگر ان حضرات کی بزرگی و پر فیض ہونے میں شک نہیں کہ مکان نہایت متبرک ہے اور کتاب تذکرہ حمید یہ میں جو مضمون مولف کی نظر سے گذرا۔ اس کا لکھنا لطف سے خالی نہیں۔ اگرچہ کتاب خزینۃ الاصفیاء ^{مؤلفہ} بندہ میں درج نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ سید احمد نوحہ ترمذی جو لاہور کے بزرگوں میں سے قطب لگانہ اور عوث زمانہ تھے ان کی پانچ لڑکیاں بی بی حلج۔ بی بی تاج۔ بی بی نور۔ بی بی حور۔ بی بی گوہر۔ بی بی شہباز تھیں اور پانچوں عابدہ زاہدہ صاحبہ عبادت و ریاضت تھیں۔ جب چنگیز خاں مغل سے شہزادہ جلال الدین خوارزم نے شکست کھائی اور ہند میں بھاگ آیا تو چنگیز خاں کی فوج اس کے تعاقب میں پنجاب میں داخل ہوئی۔ تمام ملک پنجاب انہوں نے غارت کر لیا۔ شہر لاہور کے لوگ دو چہینے تک ان کے ساتھ لڑتے رہے۔ جب شہر فتح ہوا تو انہوں نے فوج نے حکم دیا کہ شہر کے لوگ سب کے سب قتل ہوں۔ بلکہ کوئی ذبیحان حیوان بھی جانبر نہ ہو۔ چنانچہ ہزاروں انسان و حیوان قتل ہوئے اس وقت یہ پانچوں بیبیاں شہر کے باہر اپنے صومعہ میں جہاں ان کا باپ رہتا تھا۔ موجود تھیں۔ جب مخالفین نے ان کو غارت کرنا چاہا تو انہوں نے دعا کی کہ الہی ہم کو پیوند زمین کر دے اور نامحرم مردوں کی صورت نہ دکھلا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور زمین نے ان کو اپنے آپ میں چھپا لیا جب مخالفین دیوار توڑ کر مکان میں گھسے۔ تو کوئی ذبیحان وہاں نہ پایا۔ البتہ زمانے کے کپڑوں کے کنارے زمین کے باہر نظر آئے۔ چند آدمی یہ زامت دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے اور انہوں نے مجاور ہی اس مزار گوہر بار کی اختیار کر لی۔ یہ تقریر جو مشہور

نہیں ہے شاید کوئی اس پر یقین نہ کرے گا۔ عجب نہیں ہے کہ ایسا ہوا ہو اور واقعہ غارت و قتل لاہور کا ۶۱۴ھ میں واقع ہوا تھا اور سید احمد توختہ کی وفات ۶۰۲ھ میں ہوئی تھی۔ حقیقتاً لاہور (صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳)۔

تذکرہ حمید یہ کا پایہ | آج سے سو چار سو سال پہلے کی تالیف ہے۔ اس کے مؤلف شیخ شہر اللہ بن شیخ رحمتہ اللہ بن تاجی بن کالو لانگاہ ہیں۔ جو ملتان کے مشہور حکمران خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس خاندان کے بہادر بادشاہ سلطان حسین لانگاہ نے جو کئی سال سلطان بہلول لودھی اور سکندر لودھی سے معرکہ آرا رہا۔ مؤلف تذکرہ حمید یہ سے التجا کی کہ وہ دعا سے اس کی امداد اور دستگیری کریں شیخ شہر اللہ کہتے ہیں کہ چونکہ مجھے حضرت سید احمد توختہ ترمذی کے نواسہ سلطان اتارکین حضرت حمید الدین حاکم سے تعلق بندگی تھا۔ اس لئے میں ان کے روضہ متبرکہ واقع مومبارک چوڑنڈہ ریلوے سٹیشن ریاست بہاول پور بڑھی لائن سے ڈومیل جاتے مغرب ہے (نامی) پر حاضر ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہو گیا اور سلطان حسین لانگاہ خلد اللہ عمرہ و ملکہ کی مہمت میں کامیابی کی بشارت حاصل کی اور پھر آپ کے حالات میں کتاب (تذکرہ حمید یہ) تحریر کی۔

ایسی ثقہ کتاب سے مفتی صاحب مرحوم نے جو بیان قلمبند کیا ہے اور جس کی تائید تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یقیناً سنی ستانی باتوں سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔

کیا بی بیاں وقت واقعہ کربلا لاہور آئیں | واقعہ کربلا ۶۱۰ھ سے ۶۱۱ھ میں واقع ہوا اس وقت تک حضرت

ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے عہد کی فتوحات ایران۔ مکران اور افغانستان تک اسلامی تسلط بیٹھا چکی تھیں۔ مگر ہندوستان میں داخلہ نہیں ہوا تھا۔ واقعہ کربلا کے ۲۱ برس بعد حجاج بن یوسف گوزر بصرہ کے بھتیجے محمد بن قاسم نے سترہ برس کی عمر میں راجہ داہروالی سندھ پر فوج کشی کی۔ کیونکہ اس کے ماتحت قزاقوں نے سندھ کے قریب اسلامی

جہاز لوٹ لئے تھے اور راجہ نے نقصان کی تلافی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نواب جوان اسلانی
 ہرنیل نے ۹۲ھ میں چھ ہزار فوج کے ساتھ راجہ کے پچاس ہزار لشکر کو شکست دی اور اس
 کی سلطنت کے بڑے بڑے شہروں پر جن میں ملتان بھی شامل تھا قبضہ کر لیا اور اس وقت سے
 مسلمانوں کا عمل دخل لاہور میں ہوا۔ کیونکہ اسند پال کے جانشین جے پال ثانی نے تسلیم کردہ
 خراج دینے سے انکار کر دیا تھا مگر یہ سانحہ اگر بلا سے قریباً ساڑھے تین سو سال بعد کا واقعہ ہے
 اس سے پہلے لاہور میں کسی مسلمان بزرگ کا خصوصاً عورت کا آنا ثابت نہیں۔

ایسے حالات میں

عورتیں کفرستان ہند میں کیوں آئیں

جب لاہور میں کیا پنجاب میں

کوئی مسلمان موجود نہ تھا۔ کسی مسلمان عورت کو کیا پڑی تھی کہ وہ اسلامی ممالک سے منہ موڑ کر تنہا
 لاہور کا رخ کرتی۔ واقعہ کربلا سے پیشتر تمام عرب، شام، مصر، عراق، ایران، فلسطین وغیرہ
 حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ مگر کسی بی بی کو شیعان کوفہ کا خوف تھا کیونکہ انہی کے ہاتھوں
 کربلا کا سانحہ ہو شر با وقوع پذیر ہوا تھا اور انہیں اپنے قریبی رشتہ دار یزید کا بھی ڈر تھا
 حالانکہ آل ابوطالب سے جو مرد بھی کوفیوں کے ہاتھ سے پناہ کر دہشت پہنچے۔ وہ اس کے
 گرویدہ ہو گئے۔ چہ جائیکہ عورتیں جن پر کسی غیور عرب نے کبھی حملہ نہیں کیا۔ تو وہ کفرستان
 کا رخ کرنے کی بجائے حجاز کا رخ کرتیں جو دمشق کے بعد کوفیوں کے غارت کردہ قافلہ کا ماسن
 بنا۔ بنی امیہ کو تو خدا نے جہاندار می اور جہان نانی کا ایسا جو ہر عطا کر رکھا تھا کہ شاید وہ باپ و
 کبھی بنی ہاشم سے نہیں لٹھے۔ حجاج بڑا سخت گیر تھا۔ مگر اسے خلیفہ عبد الملک کا تاکید حکم
 تھا کہ بنی ہاشم سے برسر پر خاش نہ ہونا۔ اس نے ایک ہاشمی عورت سے نکاح کر لیا جب
 خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً جدائی کرادی۔ کیونکہ بنی امیہ اور بنی ہاشم ایک
 ہی دادا کی اولاد تھے۔ ان کی ناموس و حرمت مشترک تھی۔ پس یہ بالکل خلاف واقعہ ہے کہ یہاں
 سانحہ کربلا کے وقت بھاگ کر لاہور آئیں اور مکہ مدینہ نہ گئیں۔

لاہور میں چنگیزی مغلوں کی غارتگری

غلاؤ الدین محمد خوارزم شاہ کے بعد
اس کے بہادر بیٹے جلال الدین

خوارزم شاہ نے ۱۲۳۰ء میں باپ کی پیٹی اور تلوار زیب تن کی اور چنگیز ہی ترکوں سے
یکسوئی حاصل کرنے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ سندھ کے کنارے اس کا کثیر التعداد
غنیم سے مقابلہ ہوا۔ صبح سے شام تک وہ بڑی مردانگی سے لڑتا رہا۔ جب اس نے
دیکھا کہ وہ اپنی قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ میں پورا نہیں اتر سکتا تو اس نے ایک نہایت
بے جگرانہ حملہ کیا۔ اور زرہ وغیرہ پھینک کر دریا میں گھوڑا ڈال دیا۔ ہمراہیوں نے بھی اس
کی متابعت کی۔ کئی ڈوبے اور کئی دشمن کے تیروں کی نظر ہو گئے۔ مگر وہ پار اترنے میں کامیاب ہو گیا
اور لڑتا بھرتا بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں لاہور پر قابض
ہو گیا۔ مولف تاریخ لاہور نے یہ ۱۲۱۸ء کا واقعہ بتایا ہے۔ مگر غلط معلوم ہوتا ہے
کیوں کہ جلال الدین کی تخت نشینی کا سال ۱۲۳۰ء ہے خیر وہ تین سال کا بچہ ہے۔ اس
کے تعاقب میں چنگیز خاں کا جو نیل ترمائی کئی ہزار سوار لے کر لاہور پہنچا اور اسے تخت و
تاراج کر دیا۔ اس فوج کے چلے جانے کے بعد جلال الدین ایران کی طرف مراجعت فرما
ہوا اور اپنے باپ کی عظیم الشان سلطنت کا بہت سا حصہ واپس لینے میں کامیاب ہو گیا
مگر ۱۲۳۱ء میں اس کی قسمت پھر زوال پذیر ہو گئی اور اسے کر دوں کے ایک گاؤں میں
جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس کے بعد خاندان غلاماں کے بادشاہ مسعود شاہ غلاؤ الدین
کے عہد میں چنگیزی مغلوں نے پھر لاہور پر دسمبر ۱۲۴۱ء میں حملہ کیا کئی ہزار مسلمان شہید
ہوئے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت سعید احمد
توختہ ترمذی کی صاحبزادیاں لاہور میں موجود تھیں۔ جب انہوں نے عزت خطرے میں
دیکھی تو خدا سے دعا کر کے پیوند زمین ہو گئیں۔

اَنَا لِلَّهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حضرت علیؑ کی صاحبزادیوں کے نام

حضرت علیؑ کی صاحبزادیوں کے نام جو شیعوں کی تاریخ الاممہ مشہور بہ چہارہ

مجالس و لپنڈیر مولف سید وزیر خاں صاحب بہادر سب حج رائے بریلی کے صفحہ ۲۲ میں دیئے ہیں حسب ذیل ہیں۔ زینبؑ، ام کلثومؑ، زینبؑ رضیہ، رقیہؑ، ام امین، تقیہ، رملہؑ، صفراء، ام ہانی، ام الکرام، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ، فاطمہ ثانی۔

کتاب المعارف کے صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ زینب کبریٰ

ان صاحبزادیوں کا عقد

بنت سیدہ فاطمہؑ کا عقد عبداللہ بن جعفر سے ہوا تھا۔

ان سے کئی اولادیں ہوئیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ ام کلثوم کبریٰ (بنت سیدہ فاطمہؑ) کا عمر بن خطاب سے ہوا تھا۔ ان سے ایک لڑکا ہوا۔ بعد شہادت عمرؓ ان کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا پھر ان کے مرنے کے بعد عون بن جعفر نے نکاح کیا اور ان ہی کے عقد میں مریں۔ باقی لڑکیاں علیؑ کی سوائے ام حسن و فاطمہ کے عباس و عقیل کی اولاد کے عقد میں تھیں۔ ام حسن کا عقد جعدہ بن ہیرہ مخزومی سے ہوا تھا۔ فاطمہ کا نکاح سعید بن اسود سے ہوا تھا جو حارث بن اسد کے قبیلہ سے تھے۔

حضرت علیؑ کے بھائی حضرت عقیلؑ

حضرت عقیلؑ برادر علیؑ کی لڑکیوں کے نام

کی صرف چار بیٹیاں تھیں۔ ان کے

نام این تیبہ کی کتاب المعارف مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۴ میں درج ہیں (۱) زینب (۲) فاطمہ (۳) ام ہانی (۴) اسماء زوجہ عمر بن علیؑ بن ابی طالب اور برادر حضرت علیؑ کے صرف تین بیٹے (۱) عبداللہ (۲) عون (۳) محمد تھے۔

ناظرین گذشتہ اوراق

یہ بیٹیاں نہ حضرت علیؑ کی لڑکیاں تھیں نہ عقیلؑ کی

کے مطالعہ سے آپ پر

واضح ہو گیا ہو گا کہ بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی سحر، بی بی نور، بی بی گوہر بی بی شہباز حضرت علیؑ یا ان کے بھائی عقیلؑ کی صاحبزادیوں کے نام نہ تھے۔ بنظر غائر دیکھنے سے ایک اور حقیقت

اشکارا ہو گئی کہ گوہر اور شہباز فارسی الفاظ ہیں عربی نہیں۔ پس یہ نام عجیبی ممالک میں پیدا شدہ اشخاص کے ہو سکتے ہیں نہ کہ عرب کے باشندوں کے۔ مزید برآں ان بی بیوں کے معرکہ کربلا کے وقت بھاگ کر لاہور آنے کا قصہ بھی محض بے حقیقت ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ پہلی صدی ہجری میں یہ شہر بالکل کفر کا گڑھ تھا۔ کوئی مسلمان یہاں نہیں پہنچا تھا۔ لہذا پرورے دار ہاشمی خواتین کا کیلئے غیر اسلامی لہجے میں آہستہ آہستہ کا قصہ بالکل من گھڑت ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ ان کے ناؤ زاد بھائی مسلم بن عقیل کو فقیوں کی غدار ہی کا شکار ہو گئے۔ تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مگر جرنے جانے نہ دیا۔ اسی طرح میدان کربلا سے بھی شمر کی رکاوٹ کی وجہ سے نہ نکل سکے۔ جب امام جو شجاع مرد اور جاں نثار ساتھیوں والے تھے۔ دشمنوں کے پنجہ سے نہ چھوٹ سکے۔ تو بیبیاں کہاں جاسکتی تھیں اور یہ بات یوں بھی بہادر اور عربی عورتوں کی شان کے منافی تھی کہ اپنے عزیزوں کو گرفتار مصیبت چھوڑ کر خود کفرستان کی طرف بھاگ جاتیں۔ حضرت علیؑ کے باطنی ایما کا قصہ بھی محض ایجاد بے بنیاد ہے۔ سیدہ زینب وغیرہابی بیباں میدان کربلا میں موجود تھیں۔ مگر انہوں نے آفریقہ اپنے بھائیوں کا ساتھ دیا اور بڑی دلیری سے کربلا کو قہر و دمشق میں گفتگو کرتی رہیں اور کسی نے انہیں آف تک بھی نہ کہی۔ ہاں شہر بانو کے متعلق ضرور شیعہ روایتیں ہیں کہ وہ گھوڑے پر چڑھ کر بھاگ گئی تھیں۔ تاکہ تکلیف سے محفوظ رہیں، مگر جن بیبیوں کا بھاگ کر لاہور آنا بیان کرتے ہیں۔ وہ ہاشمیہ تھیں۔ ایرانی نہ تھیں کہ بھائی بندوں کو گرفتار بلا دیکھ کر اپنی جان بچانے کی خاطر فرار اختیار کر جاتیں۔ یہ تمام جھوٹے قصے ہیں۔ ان میں سچائی مطلق نہیں۔ پھر یہ روایت کہ وہ پہلے شام (صوبہ دارالسلطنت یزید) میں تھیں۔ امام حسینؑ کی آمد سن کر کربلا میں آئیں۔ مگر ان کے آنے سے پہلے خاتمہ ہو چکا تھا اس واسطے بنو ہاشم خاندان بنی امیہ بھاگ کر لاہور آئیں۔ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے تو شام کی اقامت میں کوئی خوف نہ تھا۔ مگر اس کے بعد اس قدر خائف ہوئیں کہ تمام اسلامی دنیا چھوڑ کر کفرستان کو ہجرت کر گئیں۔ کیونکہ بنی امیہ کو نہ کبھی ہاشمی عورتوں سے پر خاش

تھی نہ ہوئی۔ مزید برآں حضرت عقیل کی بنی امیہ سے موافقت تھی۔ کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی علی کو چھوڑ کر معاویہ کی جہنہ داری اور شرکت کی تھی۔ پس مزید سے ان کی بیٹیوں کو کیا خوف تھا۔

تذکرہ حمیدیہ میں لکھا ہے کہ

حضرت سید احمد نوختہ ترمذی سے لاہور میں حضرت پیران پیر سید شیخ

عبدالقادر جیلانی کے دادا پیر حضرت ابراہیم ابوالحسن علی ہنکاری (ہنکار سے جس کا لفظ قاضی احمد الشیرین ابن خلقان ہنکار لکھتے اور بتاتے ہیں) وہ ایک موضع ہے بلاد موصل مشرق کی طرف کی اولادے شیخ ابوالعلی سیستان سے خطہ کچ مکران میں آئے اور اہل کچ نے جو موجودہ فرمانروا کے جو دستم سے تنگ آئے ہوئے تھے آپ کو اپنا سلطان منتخب کر لیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان رشید الدین فرمانروا ہوئے اور یہی وہ سلطان ہیں جن کا نام نامی پانچ بزرگ سلاطین کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے بیٹے سلطان قطب الدین کے عہد میں حضرت سید السادات جو امام علی اصغر زین العابدین کی اولاد سے تھے۔ اپنے وطن ترمذ سے جو ایران میں واقع ہے کچ میں بمبہ اہل و عیال تشریف لائے اور سلطان موصوف کے بیٹے شہزادہ بہاؤ الدین کی شرافت و نجابت کے گردیدہ ہو کر اپنی صاحبزادی بی بی حاج کا نکاح ان سے کر دیا۔ ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک شہزادہ جمال الدین (۲) شہزادہ ضیاء الدین (۳) شہزادہ حمید الدین مؤخر الذکر شہزادہ کا سال ولادت لفظ شرع سے برآمد ہوتا ہے۔ یعنی ۵۷۷ھ تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بغداد میں خلقائے عباسیہ میں سے مشہور عادل خلیفہ المستنصر بامر اللہ فرمانروا تھا۔ جس کا نام سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر میں داخل خطبہ پڑھا۔ لاہور میں اس وقت خاندان غزنویہ کے اکیسویں اور آخری سلطان خسرو الملک تاج الدولہ کی حکومت تھی۔ جو بعد ازاں ۵۸۲ھ ۵۸۶ھ میں غوریوں نے ضبط کر لی۔ فاتح کا نام سلطان شہاب الدین المشہور محمد غوری ہے۔ جس نے پہلے سندھ اور ملتان ۵۷۷ھ میں فتح کیا۔ پھر ۵۸۳ھ میں غزنویوں

کو شکست دی اور اس کے ۶ سال بعد ۱۱۹۲ء میں بمقام تھاہینسرا چوتوں کو سخت شکست دی۔ اس لڑائی میں نہ صرف مہاراجہ پر تھوی راج مارا گیا، بلکہ ایک سو پچاس راجے جو اس کے تمد و معاون بن کر آئے تھے، اکثر کام آئے، قنوج ۱۱۹۳ء میں فتح ہوا۔ اور پھر گوالیار بندھیا کھنڈ اور بنگال یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان اسلامی حکومت کا مرکز قرار پایا۔

یہی وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت سید احمد توختہ ترمذی روتق افروز لاہور ہوئے جب سید صاحب موصوف لاہور میں مقیم تھے۔ توان کے داماد سلطان بہاؤ الدین بکچ میں دس سال حکومت کے بعد سلطنت کا نظام اپنے بھائی سلطان شہاب الدین ابوالبقار کے سپرد کر کے شہزادگان جمال الدین و ضیاء الدین کو ساتھ لے کر مکہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور واپسی پر یمن صالح میں انتقال فرما گئے۔ اس کے بعد سلطان شہاب الدین نے دو سال کی حکومت کے بعد تخت و تاج شہزادہ حمید الدین کے سپرد کر دیا۔ آپ نے چند سال بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی اور پھر اس قسم کا واقعہ پیش آنے پر جو سلطان ابراہیم اوہم کی ترک شاہی کا موجب بنا تھا، بادشاہی چھوڑ دی اور اپنے چچا زاد بھائی امیر تلبہ کو فرمان دہی بخش کر فقیرانہ لباس زیب تن کر کے اپنے نانا سید احمد توختہ ترمذی کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے اور مجاہدہ و ریاضت سے صفائے باطن حاصل کی، سید صاحب موصوف سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم ہی کی موجودگی میں داخل حق ہوئے اور آپ ہی نے محلہ چلہ بی بیوں کی جوان کی صاحبزادیوں کی چلہ کشی کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے دنیا یا اور جو حسب وصیت نانا صاحب مرحوم حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں بغداد تشریف لے گئے۔

سیدہ حاج کی اولاد مبارک اور اس کے مضافات میں

سیدہ حاج علیہا الرحمۃ کے فرزند ارجمند سلطان التارکین حضرت حمید الدین حاکم

المتوفی ۱۲۶۷ھ کو شیخ شہاب الدین سہروردی نے بغداد سے اپنا خاص مصلیٰ بطور متبرک عطا کر کے رخصت کیا اور فرمایا کہ آپ کا باقی نصیب شیخ رکن الدین بنیرہ شیخ بہاؤ الدین سہروردی طسانی کے پاس ہے جو تاحال پیدا نہیں ہوئے، آپ بغداد سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے وہاں میں مومبارک میں جس کی زیارت میں جنوری ۱۹۱۲ء میں کر چکا ہوں، اور جو حسب بیان بہاولپور گزیر، برائے سی باسی دوم کے چھ قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے، نزول جلال فرمایا۔ تاریخ مراد میں مسطور ہے کہ یہ رائے ہنس کر ڈر کی تعمیر ہے جس نے یہ اپنی ماں کے لئے بنوایا تھا۔ لہذا بنام مومشہور ہوا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور رانا کلس اس پر قابض تھا۔ ازاں بعد سلطان محمود غزنوی نے رائے بھوج کی حکومت میں اسے فتح کیا، اس کی تفصیل چھ سو گز کے دائرہ میں ہے، اس کے برجوں میں سے اب فقط ایک پچاس فٹ بلند موجود ہے، دیواریں نہایت سنگین اور مضبوط ہیں، اب اس میں تین سو گھروں کا گارڈ آباد ہے اور سلطان حاکم اور ان کی اولاد کے مزار بھی ایک وسیع چار دیواری میں اسی قلعہ میں بلندی پر واقع ہیں، قلعہ سے نیچے کی آبادی بجاوروں کی ہے جو اس جوگی کی اولاد ہیں جس کو سلطان حاکم نے بزور کرامت مسلمان کیا اور نام زمین الدین رکھا تھا۔ راجہ رائے بھوج ولد رائے مکھ سیج اور اس کے بھائی ہندو رائے اور بلو رائے بمعہ فرزند ان شمیر دیشتر بھی آپ ہی کے ہاتھ پر مشرت باسلام ہوئے۔

حضرت حاکم کو شیخ بہاؤ الدین ذکر یا ملتانی نے اپنے مرید قاضی کبیر ساکن موضع والہ کے ذریعے ملتان بلایا اور یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوئے کہ آپ حضرت ابوالحسن ہیکاری کی نسل سے اور سید احمد ترمذی کے نواسے ہیں اور محض خوشنودی محبوب رب العالمین کے لئے حکومت چھوڑ کر فقر اختیار کر بیٹھتے ہیں، پس آپ نے بڑی خوشی سے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح آپ سے کر دیا، اس رابعہ زمانہ سے آپ کے ہاں حضرت نور الدین پیدا ہوئے جو ایسے باخدا مرد تھے کہ جمالیات کی ایک نظر اوتار بنا دیتی تھی، آپ کا مزار مومبارک میں ہے،

اس کے پاس ہی دائیں طرف رکن خاتم برادر خونی شیخ حاکم کے نانا تاجی رفیع الدین کے سوتیلے بھائی شیخ تاج الدین جن کی اولاد مبارک اور اس کے مضافات اور پنڈی شیخ سے ضلع لاہور میں لاکھوں کنال زمین کی مالک ہے۔ آپ کا نزار ملتان میں شیخ رکن الدین ملتانی کی والدہ ماجدہ کے روضہ کے پاس ہے۔

سیدہ حاج کے پوتے کی اولاد لاہور اور اس کے جوار میں

حضرت نور الدین کے پوتے عبدالعزیز بن شہاب الدین کے پوتے حضرت عبدالجلیل شاہ بندگی قطب العالم بن شیخ ابوالفتح بن عبدالعزیز بن زبیر صدی ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اشارہ سے مومبارک سے لاہور داروہوئے اور خطہ کوٹ کروڑ کو جہاں اب آپ کی خانقاہ میکلوڈ روڈ پر واقع ہے شرف درود بخشا اور ہزار ہا گمراہوں کو اسلام کی راہ ہدایت پر لائے۔ میں نے آپ کے حالات تذکرہ قطبیہ ۱۹۱۳ء اور تبرک عرس اسی سال ۱۹۲۵ء میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ سلطان حاکم کے حالات میں تذکرہ حمیدیہ ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا اور سید احمد توختہ کے حالات بابرکات ۱۹۱۴ء میں طبع ہوئے تھے۔

اولاد حضرت سید احمد توختہ ترمذی کا فرض

سید احمد صاحب موصوف کی نرینہ اولاد سے اس وقت لاہور میں سید منور علی شاہ صاحب سید صاحب، سید اطہر حسن صاحب زاہد بنی اسے بمعہ متعلقین آباد ہیں اور بتاتے ہیں کہ غازی پور، مادھو پور، داعی پور، سہارن پور، بجنور، شاہجہان پور، ملک مالوہ جو پور، سرائے جڑو، دہلی پور، سائڈھی، پاتے، پنڈگام، ملک بنگال، پتیر آباد ضلع سیتا پور، سیانا، علی پور چودہ متصل کاپلی، صوبہ متحدہ، بھوپال اور سیتا گڑھی وغیرہ الغرض باؤن مواضع میں ان کے اہل برادری بستے ہیں۔ سید صاحب موصوف کی دختر سیدی اولاد کو تو لاہور اور جوار لاہور میں کافی اثر و رسوخ

حاصل ہے، ان سب کو نبی بیان پاکدامن کے مزارات سے دل بستگی اور عقیدت رکھنی چاہیے
 کیونکہ سب سے زیادہ انہی کو اہم خاندانی تعلق ہے۔ مجادری ان کا پیشہ نہیں، خیال یہ رکھنا چاہئے
 کہ جس طرح اس درگاہ کے گرد و پیش کا قبرستان منہدم ہو کر اور بک کر اخیار کے قبضہ میں
 جا رہا ہے، یہ بھی خدا شخواستہ نہ چلا جائے، اس پر اہل سنت کا قبضہ بحال رہنا چاہیے۔ ماتم
 شعار لوگوں کا اس پاک درگاہ سے نہ کوئی تعلق تھا اور نہ ہی ہونا چاہیے۔

سلسلہ شاریہ منقول از تذکرہ حمیدیہ مسلمی

حضرت سلطان التارکین غوث العالمین، ختم المجتہدین، شیخ المقرئین، حمید الملک والشرع
 والدین حاکم ابوالغیث القریشی الہاشمی الہنکاری آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تبرک خرقہ ستاریہ
 اپنے ناما سادات سید احمد توختہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے ہر بان المساکین قطب العارفین
 شیخ احمد نور بخش سے، انہوں نے اپنے پیر شیخ السالکین نجم الدین سفرادی سے، انہوں نے
 اپنے پیر شیخ شرف الدین جرجانی سے، انہوں نے تقی الدین احمد صنعا سے، انہوں نے
 مقری الصباغ الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے کمال الدین حسن طیبی سے، انہوں
 نے بدر الدین سید علی طیبی سے، انہوں نے شیخ نور الدین طیبی سے، انہوں نے سلطان العارفین
 ابو یزید بطنائی سے اردو خلافت رکھتے تھے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اور وہ اپنے
 والد امام باقرؑ سے اردو اپنے والد حضرت امام زین العابدینؑ سے اردو اپنے والد امام
 حسینؑ شہید کربلا سے اور حضرت خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

یارِ نبی وفا حضرت سید احمد ختہ ترمذی والد نبی بیان پاکدامن مرشد پنجاب ۶۰۲

شند بہ بزم احمدی چوں زین سدا سیتا احمد شہر برناد پیر
 پیر ہادی سیر عالی جاہ گو رحلتش سید دلی میر کبیر

ماہتاب دین احمد کن رقم آفتاب حسن اسے روشن ضمیر
 ماہ روشن یاد لی روشن است بادشاہ نامدار اسے دستگیر
 ہم زبے شمع بقیس شد جلوہ گر از خرد تاریخ آل مہر منیر
 سید احمد حبیب جنت است ہادی بے مثل سائش بے نظیر

۶۰۲ء ماخوذ از گنج تاریخ صفحہ (۱۷) د غلام دستگیر نامی محکمہ چلہ بی بیوں لاہور
 رسالہ بیبیوں پاک دامنوں کے صفحہ ۱۴ پر پروفیسر ڈاکٹر مسعود خاکی صاحب یوں

تشریح فرماتے ہیں۔

بعض مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ محذرات عصمت حضرت علی اور
 حضرت عقیل کی بیٹیاں نہیں ہیں، سیرت و تاریخ کی قدیم کتابوں میں بھی ان کے عرب سے
 ہجرت کر کے ہندوستان میں آنے کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔

جلد نمبر ۵ ص ۳۶۱

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

(مطبوعہ دانش گاہ پنجاب لاہور)

پاک دامن بی بیوں دبی بی پاک دامنوں، لاہور کے مزارات و مقابر میں سے قبرستان
 بی بی پاک دامنوں بھی زمانہ دراز سے مشہور و مستبرک چلا آتا ہے لیکن تاریخی طور پر یہ ثابت
 نہیں ہوتا کہ اس قبرستان کا آغاز کب ہوا۔ صاحب حدیقہ الاولیائے بحوالہ تذکرہ حمید یہ
 لکھا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں کرمان سے ایک عابد و زاہد بزرگ سید احمد نوختہ (م ۶۰۲ھ)
 لاہور میں آکر قیام پذیر ہوئے، ان کی چھ بیٹیاں تھیں، بی بی حاج، بی بی تاج،
 بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز، یہ سب بڑی عابدہ زاہدہ تھیں، اپنے
 والد کی وفات کے بعد جن کا مزار محکمہ چلہ بیبیوں لاہور میں موجود ہے، یہ صاحبزادیوں
 فصیل سے گھرے ہوئے لاہور کو چھوڑ کر اس علاقے میں قیام پذیر ہو گئیں جہاں اب
 یہ قبرستان واقع ہے، ان کا سال وفات ۶۱۵ھ کے بعد ہو گا کیونکہ جب چنگیز خاں

۶۱۲ء میں جلال الدین خوارزم کا تعاقب کر رہا تھا تو اس وقت ان بی بیوں کی لاہور میں موجودگی کا ثبوت ملتا ہے رکھنیا لال، تاریخ لاہور، ص ۸، ۳، یہ سب بیبیاں اس جگہ مدفون ہیں اور ان کے مزار دو احاطوں میں ہیں، پہلے احاطے میں بی بی حاج، بی بی تاج اور بی بی نور کی قبریں ہیں اور دوسرے احاطے میں بی بی حور، بی بی گوہر اور بی بی شہباز کی۔ یہ سب قبریں پختہ چونا گچ سے بنی ہوئی ہیں۔ پہلے احاطہ میں ایک مقبرہ پختہ گنبد دار بنا ہوا ہے جس کا سن تعمیر ۱۰۱۶ھ ہے اور جو میراں محمد شاہ موج دریا بخاری رم ۱۰۱۳ھ کے بھائی سید جلال الدین حیدر بخاری کا ہے۔ عبداللہ دریا محمد جمال، المعروف بہ بابا خاکی کی اولاد ان خواتین کے مزاروں کی مجاور ہے۔ ان مزاروں کے ساتھ سلاطین وقت نے کچھ اراضی وقف کر دی تھی۔

درگاہ حضرت بی بی پاکدامن، چند حقائق اور چند یادداشتیں

ادعا فظ نذرا حمد صاحب پرنسپل شبلی کالج لاہور، چیئرمین مذہبیہ کمیٹی دربار بی بی پاکدامن
محکمہ اوقاف حکومت پنجاب لاہور

عزیز مکرم مولانا احمد حسن صاحب نورمی نائب مدیر عرفات لاہور کے استفسارات کے جواب میں چند حقائق اور چند یادداشتیں قلم بند کر رہا ہوں، ہو سکتا ہے بعد میں ایسے ایسے مؤرخین کے لئے سود مند ثابت ہوں۔

درگاہ حضرت بی بی پاکدامن کے نام کی ترکیب بادی النظر میں
اسمائے گرامی | کچھ عجیب سی فرد محسوس ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ خود اس
درگاہ کا دیگر مزارات سے مختلف النوع ہونا ہے، یہ درگاہ قابل احترام چند محذرات
کی ہے۔ اس لحاظ سے اس نواح میں واحد درگاہ ہے جہاں محذرات مدفون ہیں اور
کثیر تعداد میں مدفون ہیں اس لئے اس درگاہ کو بی بی پاکدامن "یا بیبیاں پاکدامن" کے

نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس درگاہ میں مدفون محدثات کے اسمائے گرامی پر دوسرے فاضل مؤرخین تفصیل سے بحث کر چکے ہیں اور مجھ سے استفسار بھی نہیں کیا گیا ہے اس لئے اس موضوع کو چھوڑ رہا ہوں۔
یہ مزار ۱۹۶۷ء میں محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل

مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں

چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف مسٹر محمد مسعود سی۔ ایس۔ پی تھے جو کھدر پوش بھگت کے نام سے مشہور ہیں، مزار کو سرکاری تحویل میں لئے جانے کا اعلان دی گزٹ ویسٹ پاکستان کی غیر معمولی اشاعت مجریہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۷ء کو بروز منگل کیا گیا، مزار کے علاوہ ملحقہ قبرستان مسجد اور اردگرد کے متعدد مکانات اور دکانوں کو بھی سرکاری تحویل میں لئے جانے کا اعلان سرکاری گزٹ میں کر دیا گیا۔

اس سے دو سال تین ماہ بعد انہیں چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ قبرستان اور مسجد حنفیہ | اوقاف کے دستخطوں سے ۵ دسمبر ۱۹۶۹ء نوٹیفکیشن نمبر

۶۳/۴۴ (۶۱) A.U. ۴۴ جاری ہوا۔ اس کی مدد سے مزار کے ملحقہ تمام قبرستان، مکان اور دوکانوں اور ایک مسجد کو داگزار کر دیا گیا۔ اس مسجد سے مراد مسجد عرفانیہ ہے جو مزار کے عقب میں گلی نمبر ۱۸ محمد نگر میں واقع ہے اور اب جامعہ نعیمیہ کے زیر انتظام ہے۔

اس وقت صرف مزارات بی بی پاکدامناں جو ایک وسیع چار دیواری میں محدود ہے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہیں اور اس درگاہ کی گلی کے نکر والی مسجد محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہے جو مسجد حنفیہ کے نام سے موسوم ہے اس مختصر سی خوبصورت مسجد کی توسیع اور جدید تعمیر کا انتظام بندہ کو توفیق الہی سے عطا ہوا۔ مسجد حنفیہ کے پیش امام اور مؤذن محکمہ اوقاف کی طرف سے مقرر ہیں اور سر دست بندہ اس کا منتظم ہے۔

بستی مزار پاشیو، نائب مدیر عرفات نے استفسار فرمایا ہے کہ مزار سنی ہے یا شیعہ

یا اللہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

یا محمد

مقبورہ

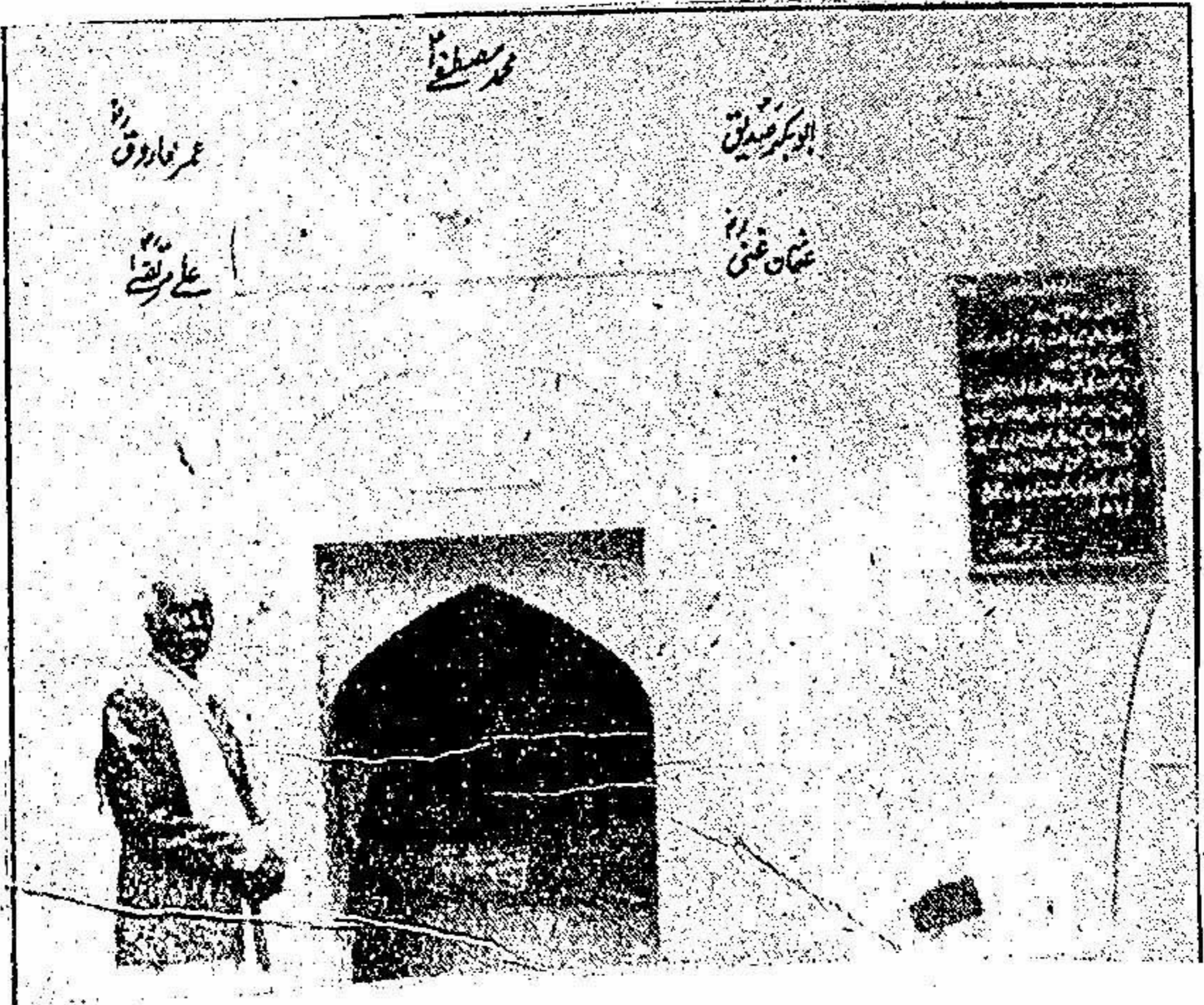
مظہر محبت نامہ قاسم فیض عام محبوب الہی

حضرت سید جلال الدین شاہ حیدر بخاری

برادر حقیقی

حضرت سید موج دریا صاحب بخاری

تاریخ وصال ۱۱ محرم ۱۰۱۴ھ



مزار اقدس سید جلال الدین حیدر بخاری
برادر سید موج دریا بخاری

اس کے جواب میں بندہ ان حقائق کی طرف ان کی توجہ مبذول کر دینا کافی سمجھتا ہے۔

(۱) درگاہ حضرت بی بی پاکدامن کے مجاور شروع سے آخر تک سنی رہے ہیں شیعہ مزار کی تولیت سنی مجاہدین کے پاس نہیں ہو سکتی۔

(۲) محکمہ اوقاف نے مزار کا قبضہ سنی مجاہدین سے بطور سنی مزار کے لیا ہے اور اس کے روئے قانون اس حیثیت کو تبدیل نہیں جاسکتا۔

(۳) درگاہ کی زمین یعنی جس چار دیواری میں مزارات واقع ہیں اس کی اراضی کا اندراج سرکاری کاغذات میں سنی مجاہدین کے نام پر ہی ہے۔ اس سے اس کی حقیقت واضح ہے۔

(۴) درگاہ بیبیاں پاکدامن کے ارد گرد کے تمام وسیع قبرستان بھی اہل سنت والجماعت کے ہیں، اہل تشیع کا قبرستان یہاں سے بہت دور میگوڈروڈ پر واقع ہے اور مومن پورہ کے نام سے موسوم ہے۔

(۵) مزار سے ملحقہ مسجد جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں مسجد حنفیہ کے نام سے معروف ہے۔

(۶) مزار حضرت بیبیاں پاکدامن کا سالانہ عرس از اول تا آخر سنی مراسم کے مطابق ہوتا ہے، ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے، عرس پر کوئی شیعہ رسم ادا نہیں ہوتی۔

(۷) محکمہ اوقاف نے جو امور مذہبیہ کی کمیٹی سرکاری طور پر مقرر کی ہے اس کا چیئر مین سنی ہے، اس کمیٹی کے اراکین بھی ایک کے سوا سب سنی ہیں یہ ایک شیعہ رکن بعد میں شامل کیا گیا ہے لیکن اب وہ بھی بطور (GO-OPTED) اضافی ممبر کے ہیں۔

ملاحظہ ہو آفس آرڈر ناظم اوقاف سنٹرل روڈ نمبر ۷۷ SCA 4/1-4/SCA 2-4 مورخ

۱۴ مئی ۱۹۶۲ء

ان حقائق کے باوجود کچھ مقامی شیعہ حضرات نے

بعض ایسی باتیں کیں جن سے شیعہ سنی کا سوال

غلط فہمیوں کے اسمائے گرامی

کھڑا ہو گیا اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
 ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر



مسجد بابا خاکي (مجاور اول)
 (بی بیای پاکدامنای لاهور۔)



مزارات: عبد اللہ (یا محمد جمال)
 المعروف بابا خاکی اور ان کی اہلیہ
 (مجاور اول بی بی پائی پاکدامنای لاهور)

لیا تھا اور آئندہ بھی اسے ایسا ہی تصور کیا جائے گا۔ البتہ سنی حضرات اس امر پر معترض نہ ہونگے کہ شیعہ حضرات ایسی غیر اختلافی رسوم مزار کے بیرونی احاطہ میں مقررہ وقت پر اس طرح ادا کریں جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

ملاحظہ ہو چیف ایڈمنسٹریٹر اوقات نمبر 63 (71) A.C. R.A.E. مورخہ یکم اپریل ۱۹۷۲ء
میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کسی ابہام، شک و شبہ یا اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی ہے میرے لئے کشمکش کے یہ ایام بڑے ہی صبر آزما اور آزمائش کے تھے، الحمد للہ میرا علاقہ اور لاہور شہر بد امنی اور فساد سے محفوظ رہا اور تمام مسائل پر امن طور پر حل ہو گئے، علماء کرام نے عمائدین شہر نے، علاقہ کے اراکین نے، عوام و خواص نے کامل تعاون اور ردا داری کا ثبوت دیا

حقیقی جائزہ

دیکھا آپ نے ہم نے اب تک مسند اور مشہور کتب تواریخ و سوانح کے جو اقتباسات پیش کئے انہیں دیکھنے کے بعد آپ پر یہ باتیں روشن ہو گئی ہوں گی جنہیں کتاب تحقیقات چشتی کے مصنف مولوی نور احمد چشتی اور کتاب تاریخ بیبیاں پاکدامناں کے مؤلف مولوی محمد بخش قریشی نے اپنی کتابوں میں افسانوی رنگ دے کر تاریخ کو مکدر کر دیا تھا، کہ حضرت علیؑ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ کبریٰ زویہ جناب مسلم بن عقیلؑ اور حضرت عقیلؑ کی صاحبزادی سیدہ ان کر بلا سے ہجرت کر کے آئیں۔ میں لاہور پہنچی تھیں۔ مولوی محمد قریشی نے تو بیٹ بھر کر جھوٹ بولا کہ حضرت عقیلؑ کی پانچ صاحبزادیاں ام ہانی، اسماء، ام لقمان، رملہ اور زینب درمیت رقیہ کبریٰ بنت علی علیہ السلام سے حفاظت و ہمراہیاں راز داری کی خاطر اور یزیدی ٹولہ کے خوف اور جاسوسوں سے بچنے کی خاطر حاج، تاج، نور، حور، گوہر اور شہباز نام اختیار کر کے لاہور وارد ہوئیں۔ تاریخ بیبیاں پاکدامناں ص ۲۲۳

استغفر اللہ، مفاہیرست اپنی مطلب براری کی خاطر کیسے کیسے ڈھونگ اور

ڈرامے رچاتے رہتے ہیں جن کے نہ پیر ہوتے ہیں نہ سر۔
 کتاب تحقیقاتِ چشتی کے بارے میں نقوش لائبریری کے صفحہ ۹۸۱
 پر یوں لکھا ہے۔

”تاریخی نقطہ نظر سے یہ کتاب عیوب سے پاک نہیں۔ بعض سنین غلط ہیں، کہیں واقعات
 اصل حقائق سے ہٹ گئے ہیں، بعض سنی سبائی باتیں جو مورخ کے نزدیک پایہ اعتبار
 سے ساقط ہیں درج کر دی گئی ہیں۔“

بہر حال ہماری تحقیق و جستجو کے بعد درج ذیل حقائق منظر عام پر آئے ہیں ملاحظہ فرمائیے
 (۱) مکہ اور مدینہ سے جو نفوس اہل بیت حضرت امام حسینؑ کے ہمراہ کر بلا گئے تھے ان میں
 سے کسی ایک فرد نے بھی آخر دم تک آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور یہ کہنا سراسر بہتان
 اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے کہ یہ قافلہ اہل بیت بحکم حضرت امام حسینؑ یہاں آیا
 ہے ۳۱ء میں تو یہ کفر گڑھ تھا۔ تاریخ کی کسی کتاب میں بھی اس واقع کے بارے
 میں ایک حرف تک نہیں لکھا دیکھا، اہل اسلام کے یہاں آنے کا اس وقت سوال
 ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰؑ کی اٹھارہ صاحبزادیوں میں دو رقبہ نامی بھی تھیں ایک سیدہ
 رقبہ کبریٰ زوجہ جناب مسلم بن عقیلؑ تھیں جن کا مزار اقدس دمشق (شام) میں ہے
 اور دوسری سیدہ رقبہ صغریٰ زوجہ جناب عبدالرحمن بن عقیلؑ تھیں جن کی زیارت
 گاہ مصر میں موجود ہے۔

(۳) پاکستان کے شہر لاہور میں خانقاہ بی بیوں پاکدامناں کو حضرت علیؑ اور
 حضرت عقیلؑ کی صاحبزادیوں سے منسوب کرنا سراسر غلط اور گمراہ کن ہے۔ تاریخی
 اعتبار سے یہ مزارات بی بی حاج، بی بی تاج، بی بی نور، بی بی حور، بی بی گوہر اور
 بی بی شہباز کے ہیں، جو مرشد پنجاب حضرت سید احمد تونسٹہ ترمذیؒ کی

صاحبزادیاں تھیں، یہ خانقاہ بچھیت ایک سنی مزار "حکومت پاکستان" محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لیا تھا اس کے تمام گدی نشین بھی اہل سنت والجماعت ہیں یہاں کے عرس وغیرہ بھی سنی عقیدہ کے مطابق ہوتے ہیں، محکمہ اوقاف کو چاہیے کہ مزار مذکورہ میں جو غلط ادبے بنیاد سوانح اور نام ان ہیروں سے منسوب کر کے لکھے ہوئے ہیں، انہیں حذف کر کے اس کتاب کی روشنی میں صحیح طور پر لکھوا کر نصب کئے جائیں تاکہ تاریخ اور شہید میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسے پر کیا جاسکے تاکہ آنے والی نسلیں اس تضاد پر انگشت بندان نہ ہوں اور نہ عقیدت مندوں میں اختلاف باقی رہے۔

وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْعَمَلِ الْمُنْظَرِ

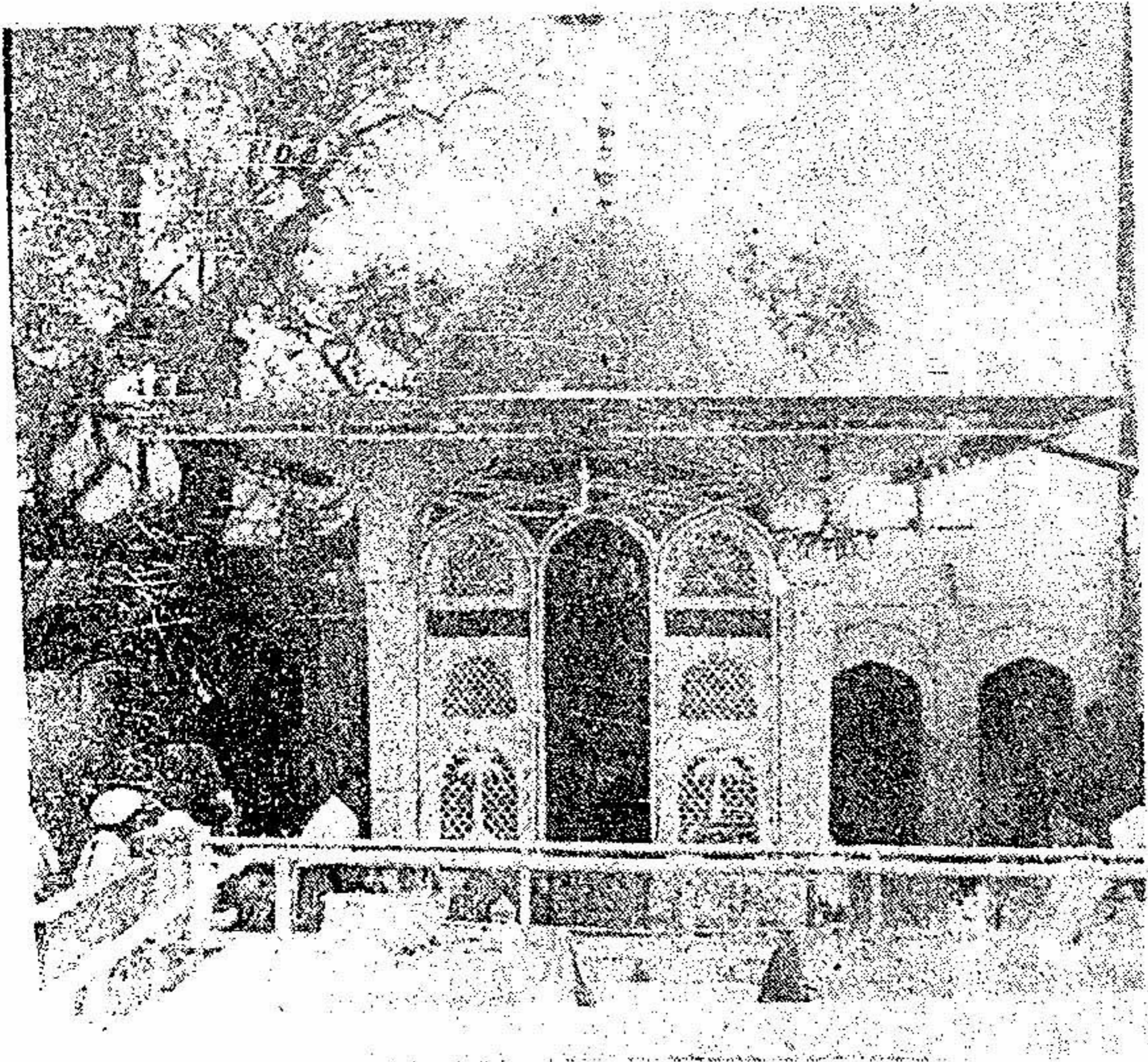
انتہر

حفظ اللہ خال منظر

درگاہ حضرت بی بی حاج

دختر

حضرت سید احمد تونسہ ترمذی



المنشہوی بی پاک امن لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت بی بی پاکدامن صاحبہ لاہور

سیدہ رقیہ کبریٰ سلام اللہ علیہا

بنت حضرت علی المرتضیٰ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما

کا

روضہ کہاں ہے؟

لاہور یا دمشق میں؟

تاریخ کے روشنی میں

کتاب جو عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے

مؤلفہ

فضل احمد نشان

سجادہ نشین

بی بی پاکدامن لاہور

طہ عنایت

قصہ (سیرت) 30/5

حضرت بی بی پاکدامن

(لاہور)

ان پر کہاں سے آئیں؟

ایک تاریخی دستاویز

پیشکش

حفیظ اللہ خاں منظر

دارہ ضیاء ادب بی بی پاکدامن لاہور